سلامی ریاست میں

علاقائی حقوق

کا تصوّر

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبدالخالق سہریانی بلوچ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست میں
علاقائی حقوق کا تصور

مؤلف

پروفیسر عبدالخالق سہریانی بلوچ

ایم اے (تاریخ اسلام) ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)
ایم اے (سیاسیات) ایل ایل بی

04776

زیر اہتمام

مکتبہ اصلاحِ ملت

کندھ کوٹ ضلع جیکب آباد

پوسٹ بکس نمبر سکھر (سندھ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب اسلامی ریاست میں علاقائی حقوق کا تصور
طبع اول
سن طباعت ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء
تعداد ۱۲۰۰
طابع پروفیسر اسد اللہ بھٹو۔ سکھر سندھ
مطبع فضلی سنز (پرائیویٹ لیمٹڈ) اردو بازار کراچی
قیمت =/۳۰ روپے
ناشر مکتبہ اصلاحِ ملت کندھ کوٹ

تقسیم کنندگان

۱۔ مکتبہ اسحاقیہ۔ جونا مارکیٹ کراچی
۲۔ مکتبہ برہان۔ اردو بازار۔ کراچی
۳۔ البدر بک کارپوریشن۔ ریگل چوک۔ کراچی
۴۔ مکتبہ تعمیر انسانیت۔ اردو بازار۔ لاہور
۵۔ المبین پبلی کیشنز۔ راحت مارکیٹ اردو بازار۔ لاہور
۶۔ سنگ میل پبلی کیشنز۔ چوک اردو بازار۔ لاہور
۷۔ ادبیات۔ تلک چاڑی۔ حیدر آباد سندھ
۸۔ سندھ نیشنل اکیڈمی۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۵۸ حیدر آباد سندھ
۹۔ مکتبہ اسلامی۔ گاڑی کھاتہ۔ حیدر آباد
۱۰۔ محمود بک سینٹر۔ آبپارہ مارکیٹ۔ اسلام آباد
۱۱۔ بک لینڈ۔ جناح روڈ۔ کوئٹہ
۱۲۔ یونیورسٹی بک ایجنسی۔ خیبر بازار۔ پشاور
۱۳۔ دار الکتب۔ کالج روڈ۔ راولپنڈی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

الف تشکر وامتنان
اپنی بات پروفیسر اسد اللہ بھٹو
۱۔ صدائے عہد
۲۔ تقریظ مولانا محمد طاسین صاحب مدظلہ
۳۔ انتساب
۴۔ مقدمہ مولف۔
۵۔ حقوق کے اقسام
۶۔ سیاسی وانتظامی حقوق
۷۔ تقسیم اراضی میں حقوق
۸۔ مالیات کی تقسیم میں حقوق
۹۔ تقسیم آب میں حقوق
۱۰۔ زبان وتہذیب کے حقوق
۱۱۔ حرف آخر
۱۲۔ علماء کرام کی آراء کا خلاصہ
۱۳۔ استدراک (بسلسلہ مہاجرین وکوٹہ سسٹم)
۱۴۔ فہرست مصادر ومراجع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تشکر و امتنان

زیر نظر مقالہ کی ترتیب و تدوین کے سلسلہ میں جن کرم فرماؤں اور بزرگان سے تائید اور رہنمائی ملتی رہی ان کا ذکر نہ کرنا بڑی ناشکری ہوگی۔

یہ عاجز اس نازک اور نہایت مشکل علمی موضوع پر قلم اٹھانے کی جسارت کرنے سے پہلے مختلف علماء کرام کی خدمت میں وقت بوقت حاضر ہوتا رہا اور ان حضرات سے اس موضوع پر کچھ تحریر فرمانے کی استدعا کرتا رہا۔ لیکن افسوس کہ میری یہ تمنا پوری نہ ہو سکی البتہ ان ملاقاتوں میں مذاکرات کے ذریعہ جو رہنمائی ملتی رہی اس سے میں نے اس مقالہ کی ترتیب و تدوین میں استفادہ کیا ہے۔

میرے ان محسنین میں حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مرحوم مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور و سابق امیر جمعیت علماء اسلام، مولانا مفتی سید سیاح الدین صاحب کاکاخیل مرحوم مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد، مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم سابق ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی مفتی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، مولانا محمد طاسین صاحب صدر مجلس علمی ورکن اسلامی نظریاتی کونسل کراچی، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد، حضرت مولانا عبدالکریم صاحب آف بیر شریف ضلع لاڑکانہ (سندھ) حضرت مولانا ریاض الحسن نوری مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان لاہور، علامہ جاوید احمد الغامدی مدیر ماہنامہ "اشراق" لاہور اور محترم سراج منیر صاحب ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور شامل ہیں اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزاو خیر سے نوازے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حوالہ کی کتب کی فراہمی کے سلسلہ میں کارپردازاں انڈیا آفیس لائبریری (لندن) دارالکتب القومیہ قاہرہ و جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا بھی نہایت مشکور ہوں جنہوں نے مجھے تحقیق کے دوران ہر قسم کی سہولتیں فراہم کیں۔

آخر میں ان تمام حضرات کا مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں تعاون فرمایا اور میری اس کوشش کو بار آور فرمایا۔

عبدالخالق سہریانی بلوچ

خواجہ محلہ
کندھ کوٹ (ضلع جیکب آباد) سندھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنی بات

اسلام ایک دین کامل اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ نہ صرف دنیا کا بلکہ پوری کائنات کا قانون فطرت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بے شمار احسانات ہیں لیکن ان سب میں سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے اپنی پاک تعلیم سے انسانیت کو سرفراز فرمایا۔ اس میں کوئی خامی، نقص شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے یہ ابدی اور عالمگیر ہے۔

چھوٹے سے چھوٹے مسئلے سے لیکر انسانی زندگی کے بڑے سے بڑے مسئلے کا حل یہ دین پیش کرتا ہے۔ بلاشبہ انسان کی زندگی پر پیچ ہے اور بعض مسائل بہت مشکل صورتحال پیدا کرتے ہیں اور نجات کی کوئی راہ نظر نہیں آتی، لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے جب انسان وحی الاہی سے منہ موڑ لیتا ہے اور انسان کے بنائے ہوئے قوانین کے سامنے سر بسجود ہو جاتا ہے۔ آج بھی میرا یہ دعویٰ ہے کہ حیات انسانی میں کوئی مشکل مرحلہ آگیا ہو اور اس کو حل کرنے کی کوئی تدبیر نہ سوجھتی ہو تو اس وقت اسلام اور صرف اسلام یہ دعویٰ لیکر آتا ہے کہ اس کا کافی اور شافی حل میرے دامن میں ہے۔

ایک اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں کے آپس میں تعلقات کی نوعیت کیا ہو اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت کیسے دی جائے؟ اس مسئلہ نے آج کل ایک مشکل صورتحال پیدا کی ہے لیکن یہ نتیجہ محض کوتاہ اندیشی کی وجہ سے واقع ہوا ہے۔

خلوص دل سے لوگوں نے ان مسائل کا حل تلاش کرنے کیلئے قرآن و سنت کی طرف رجوع نہیں کیا اور نہ اس مسئلے پر تحقیق کیلئے کوئی سنجیدہ کوشش کی گئی۔ مسلمان مسائل کی وجہ سے آپس میں دست و گریبان ہوئے، ایک دوسرے کی جان، مال اور خون ناحق تو بہایا آبادیوں کو ویران تو کیا اور پیٹ کی خاطر ایمان ضائع تو کیا حتیٰ کہ ملک کی سالمیت کے لئے اندیشے پیدا ہوئے، لیکن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے آپ کو اسلام کے حوالے نہ کیا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے علاقائی حقوق کے موضوع پر جناب پروفیسر عبدالخالق بلوچ کی یہ کتاب ایک منفرد اور پہلی کوشش ہے۔ میرے نزدیک اس سے پہلے اس مسئلے پر کسی نے سنجیدگی سے قلم نہیں اٹھایا۔ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ جناب بلوچ صاحب نے یہ کتاب محض جوش تحریر کے اظہار یا علمی دھاک بٹھانے کے جذبہ کے تحت نہیں لکھی' میری پوری زندگی ان کی رفاقت میں گزری ہے۔ مجھ سے زیادہ ان کا کوئی مزاج شناس شاید نہ ہو' ہم نے برسہا برس اس مسئلے پر ان سے تبادلہ خیال کیا ہے۔ میں شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان کے سینے میں قدرت نے ایک دل مضطرب رکھا ہے' جو ہر وقت مسلمانوں کی بہتری' ترقی اور دنیوی واخروی فلاح کیلئے دھڑکتا رہتا ہے۔

انہوں نے یہ کتاب محض ملت کے مفاد کے خاطر لکھی ہے۔ اس میں کسی اور جذبہ کا کوئی ادعیہ نہیں ہے۔ بلاشبہ کتاب کا موضوع نہایت مشکل ہے' لیکن انہوں نے قدیم و جدید لٹریچر کا نہایت عرق ریزی سے مطالعہ کر کے اپنے خون جگر کو الفاظ کی شکل میں قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جناب بلوچ صاحب نے یہ کتاب کسی خاص خطے کے علاقائی حقوق کے تحفظ کے معمولی جذبہ کے تحت نہیں لکھی۔ بلکہ انہوں نے خالص اسلامی جذبہ کے تحت بغیر کسی تعصب اور جانبداری کے ملت اسلامیہ کے عظیم مفاد کی خاطر تحریر کی ہے۔ اسلام نے جو کچھ تحفظات دیئے ہیں' وہ کسی خاص خطہ کے لئے نہیں بلکہ جس خطہ پر جب کبھی کوئی زیادتی اور دست درازی ہو تو وہ اپنے تحفظ کے لئے اسلام کے ان عادلانہ و منصفانہ اصولوں میں پناہ حاصل کر سکتا ہے۔

جناب بلوچ صاحب یہ کتاب لکھ کر سب پر سبقت حاصل کر چکے ہیں اور انہوں نے ہم سب پر بڑا احسان کیا ہے' لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ان کی آخری کوشش ہے۔ یہ تحریر سپرد قلم کر کے بلوچ صاحب نے میرے اس دعویٰ کی تصدیق کر دی ہے کہ بظاہر کسی بھی مشکل سے مشکل مسئلے کے حل کیلئے اسلام سے رجوع کیا جائے تو وہ اس کی کامل رہنمائی کرتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جناب بلوچ صاحب نے علماء دین اور فلسفیوں کو دعوت فکر دی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اس سلسلے میں ان پر جو ملی فرض عائد ہوتا ہے اس کو پورا کریں۔

——— مکتبہ اصلاحِ ملت کندھ کوٹ کیلئے یہ امر باعث صد افتخار ہے کہ اس کے زیر اہتمام یہ منفرد اور ممتاز کتاب شائع ہو رہی ہے۔

میں جناب حفیظ الرحمٰن صاحب کی محبت اسلام، علم دوستی اور خلوص دل کی قدر کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کیلئے اپنا بھرپور تعاون پیش کیا اور کتاب کی اشاعت ممکن ہو سکی

پروفیسر اسد اللہ بھٹو

۲۷ر جون ۱۹۸۹ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صدائے عہد

زیر سایہ مینار پاکستان

"اگر ملت اسلامیہ کے افراد یہ فیصلہ کرلیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے علاقوں کی زرعی اراضی کے چند قطعات، دریائی پانی کے چند گھونٹ ملازمتوں کے چند عہدے اور محاصل کے چند ٹکے، ان ہی کے لئے چھوڑ کر اسلامی ریاست اور امت مسلمہ کے اتحاد کو برقرار رکھیں گے تو ان کا یہ عزم نہایت مبارک ہوگا اور ان کا یہ سودا نہایت سستا ہوگا اور اس کا نتیجہ اسلامی ریاست اور مسلمانان عالم کے لئے بڑا شاندار ثابت ہوگا۔"

انشاءاللہ تعالیٰ

عبدالخالق سہریانی بلوچ

مینار پاکستان
اقبال پارک، لاہور
۹ نومبر ۱۹۸۸ء
بروز یوم اقبالؒ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

از مولانا محمد طاسین صاحب مدظلہ'
صدر مجلس علمی ورکن اسلامی نظریاتی
کونسل

کتاب کا مسودہ از اول تا آخر غور کے ساتھ پڑھا اور ہر لحاظ سے موجب اطمینان پایا۔ بارک اللہ لکم

ایک نئے موضوع پر میں سمجھتا ہوں آپ نے بہت اچھا لکھا ہے' ضروری مواد عمدہ ترتیب کے ساتھ آگیا ہے' طرز استدلال عام فہم ہے اور وزندار بھی' جزاک اللہ خیراً۔

مسئلہ زیر بحث کے متعلق تقریباً میرا ذہن بھی ویسا ہی ہے جیسا آپ کا لہٰذا اصولی طور پر آپ سے متفق ہوں بعض جزئیات میں فروعی اختلاف ہو سکتا ہے' ایک نئے موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے امید ہے کہ آئندہ اس پر اور بہتر لکھا جائے گا۔

احقر محمد طاسین غفرلہ

کراچی
۷ر جنوری ۱۹۸۹ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتساب

ان لوگوں کے نام جن کو دو طبقوں نے ذہنی خلفشار سے دوچار کر دیا ہے۔ ایک تو وہ طبقہ جو مسلم قومیت اور اخوۃ اسلامیہ کے نام پر دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پامالی کو جائز قرار دے رہا ہے دوسرا وہ طبقہ جو اس حق تلفی کو اسلام سے منسوب کر کے مسلمانوں کو اپنے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اگر میرے اس مقالہ کے مطالعہ سے ایسے مسلمانوں کا اسلام کے نظام عدل پر اعتماد بحال ہو گیا تو مجھے آخرت میں سرخ روئی حاصل ہوگی۔ انشا اللہ تعالیٰ، چاہے دنیا میں کوئی طبقہ مجھ سے ناراض ہی کیوں نہ ہو جائے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت۔
حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت
و ھو رب العرش العظیم۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

موجودہ دور میں جبکہ اسلام کے خلاف بے شمار فتنے 'اسلام کے سیاسی اور معاشی نظاموں پر اعتراضات اور شبہات کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں اور جدید تعلیم یافتہ حضرات جن کی اکثریت دین کے علم سے واقفیت نہیں رکھتی۔ ان اعتراضات اور شبہات کا شکار ہوتے نظر آ رہے ہیں' اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس ذہین اور دانشور طبقہ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ بھی اسلامی نظریات کی صحیح ترجمانی کر کے عام مسلمانوں خصوصاً نوجوان کو فائدہ پہنچا سکیں۔

حالیہ فتنوں میں ایک بڑا فتنہ علاقائی معاشی حقوق کے عدم تعین کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس کو ایک ذریعہ بنا کر ملحدانہ 'قوم پرستانہ نظریات کو ہوا دی جا رہی ہے۔ تاکہ ملت اسلامیہ کا شیرازہ مکمل طور پر منتشر ہو جائے۔ اور ان فتنوں میں الجھ کر مسلمان ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو جائیں اور مسلم ملت کے اتحاد اور دنیا میں اسلامی ریاست کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔

موجودہ دور میں دو مختلف فکر کے حامل لوگ پائے جاتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ دونوں گروہ جادہ حق سے کافی دور معلوم ہوتے ہیں۔ مناسب ہو گا کہ ان دونوں گروہوں کے فکر کا مختصر جائزہ لیا جائے تاکہ راہ اعتدال کے متلاشیوں کے لئے صحیح نظریہ تک پہنچنے کے لئے راستہ ہموار ہو سکے۔

پہلے گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ مسلمان ایک قوم ہیں جب وہ کسی ملک میں سکونت حاصل کر لیں تو ان کو کل مومن اخوۃ کے اصول پر اس ملک میں ہر جگہ ہر علاقہ میں یکساں معاشی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اور ملک کے مختلف علاقوں میں بسنے والے قدیم باشندوں کو مقامی وسائل سے استفادہ کرنے کا کوئی ترجیحی حق حاصل نہیں ہے' اس کو بنیاد بنا کر ملک کے ایک علاقہ کے لوگ بے دریغ دوسرے علاقوں میں چلے جاتے ہیں اور وہاں کی سرکاری زمینوں اور ملازمتوں اور دیگر معاشی وسائل پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے مصروف جدوجہد ہو جاتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ خواہ اس علاقہ کے قدیم باشندے وہاں کی زمینیں حاصل کرنے کے لئے ان سے زیادہ مستحق کیوں نہ ہوں اور سرکاری ملازمت کرنے کے لئے زیادہ باصلاحیت کیوں نہ ہوں، مگر باہر سے آنے والے لوگ ان کی فریاد سنے بغیر جائز اور ناجائز ذرائع سے اپنا مقصد حاصل کر ہی لیتے ہیں اور وہ لوگ یہ ساری کارروائی اسلامی اخوۃ کے نام پر کرتے نظر آتے ہیں اور اس سلسلہ میں غلط سرکاری پالیسی اور رشوت خور افسران کے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس غلط فکر اور اس پر مبنی کارروائی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علاقہ کے قدیم باشندے باہر سے آنے والے لوگوں سے سخت ناراض ہوتے ہیں اور ان سے نفرت بھی کرنے لگتے ہیں اور انہیں ظالم اور غاصب وغیرہ القاب سے نوازتے ہیں۔

دوسرا گروہ، پہلے گروہ کے فکر و عمل کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ردعمل سے فائدہ اٹھانے کے لئے میدان عمل میں اتر آتا ہے یہ لوگ جو نہ تو اسلامی تعلیمات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں اور نہ ہی دل سے اسلام کو عدل کا نظام سمجھتے ہیں عام مقامی لوگوں کو یہ تاثر دینا شروع کرتے ہیں کہ تمہارے ساتھ یہ زیادتیاں محض اسلام کو ماننے کی وجہ سے ہو رہی ہیں کیونکہ دوسرے علاقوں سے آنے والے لوگ اپنا ناجائز معاشی مفاد اسلام کے نام پر حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کو یہ باور کرانے کے لئے اپنے دلائل بھی دیتے رہتے ہیں کہ اسلام میں سرے سے کوئی معاشی نظام عدل موجود ہی نہیں ہے اسلام صرف چند اخلاقی ضابطوں پر مشتمل دین ہے۔

اس لئے کسی طبقہ یا علاقہ کے معاشی حقوق کا تعین اور تحفظ اسلامی شریعت کے ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا موجودہ دور میں اسلام کے نام پر حقوق حاصل کرنا ممکن نہیں ہے نیز اسلام کی بنیاد پر ریاست کا قیام بھی ایک مہمل بات نظر آتی ہے۔ اس لئے اگر دنیا میں کہیں کوئی حکومت جو اسلامی ہونے کی دعویدار ہو اور اس کے ذریعہ حقوق کا تحفظ ممکن نہ ہو تو اس سے علیحدگی اختیار کرنا مناسب ہے تاکہ معاشی حقوق کا تحفظ کیا جا سکے۔ یہ بات بظاہر بڑے معصومانہ انداز میں کہی جاتی ہے مگر اس کے نتائج ملت اسلامیہ کے لئے سخت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہمارے سادہ دل تعلیم یافتہ نوجوان مذکورہ بالا دونوں گروہوں کے فکر و عمل سے نجات کی راہ تلاش کرنے کے لئے سرگرداں اور پریشان نظر آ رہے ہیں کیونکہ یہ مغالطے ان کے لئے ناقابل فہم معمہ بن چکے ہیں اگر وہ پہلے گروہ کے فکر کو صحیح قرار دیں تو ان کے معاشی حقوق تلف ہوتے ہیں اگر دوسرے گروہ کے نظریہ کو درست سمجھیں تو ان کا اسلام پر سے یقین متزلزل ہونے لگتا ہے۔

اب جبکہ نئی نسل کے تعلیم یافتہ مسلمان اس مخمصے میں بری طرح سے پھنس چکے ہیں اس لئے ان کو اس سے نکالنا ضروری ہو گیا ہے تاکہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحیح صورت حال سے واقف ہو سکیں' اگر ان کا اعتماد اسلامی نظام عدل پر سے متزلزل ہو چکا ہے تو وہ اسے بحال کر سکیں۔

مختلف علما کرام سے مشورہ اور استفادہ کرنے اور ۸ سالہ تحقیق و مطالعہ کے بعد راقم نے "اسلامی ریاست میں علاقائی حقوق کے تصور" کے موضوع پر ایک مختصر مقالہ مرتب کر لیا ہے جو ناظرین کے سامنے ہے۔

میں اعتدال پسند نوجوانوں سے استدعا کروں گا کہ وہ اس کا کھلے دل سے مطالعہ کریں اور اس کے ذریعہ ان شبہات کا ازالہ کریں جو عرصے سے ان کے ذہنوں میں پیدا کئے جا رہے ہیں نیز میں علما کرام سے بھی درخواست کروں گا کہ اگر انہیں میرے استدلال سے کوئی اختلاف ہو تو اس پر اپنا اظہار خیال فرمائیں اگر ان مسائل کا کوئی دوسرا حل اسلامی شریعت میں موجود ہو تو وہ پیش فرمائیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی شریعت میں حقوق کی اقسام

مقالہ کے اہم موضوعات پر روشنی ڈالنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے حوالہ سے کچھ ان قانونی حقوق کے بارے میں عرض کیا جائے جن کا تحفظ حکومت اسلامی کے وجود کا اصلی مقصد اور جن کے ٹھیک ٹھیک محفوظ ہونے کا نام نظام عدل ہے۔

یہ حقوق دراصل تین اقسام پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم وہ جن کو انسانی، فطری اور بنیادی حقوق کہا جاتا ہے چونکہ یہ حقوق ہر انسان کو محض بہ حیثیت انسان کے حاصل ہوتے ہیں لہٰذا انہیں انسانی حقوق سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان حقوق میں بلا تخصیص امتیاز اور بلا تفریق و استثنیٰ کے دنیا کے تمام انسان یکساں و برابر ہیں۔ اور چونکہ یہ حقوق انسان کو اس کی کسی سعی اور کوشش کے نتیجہ میں نہیں بلکہ قدرتی نظام فطرت کے تحت حاصل ہوتے ہیں۔ گویا ہر انسان کے لئے یہ قدرت کا عام عطیہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں قدرتی اور فطری حقوق بھی کہا جاتا ہے۔ اسلام کے نزدیک اس قسم کے حقوق میں کسی انسان کو دوسرے انسان پر کوئی ترجیح و فوقیت حاصل نہیں بلکہ سب انسان ان میں برابر کے شریک اور بالکل مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی مثال طبعی عمر تک امن و اطمینان کے ساتھ زندہ رہنے کا حق، فکر و عمل وغیرہ کی آزادی کا حق، ملکیت کا حق اور قدرتی اشیاء سے استفادہ کا حق ہے۔

دوسری قسم کے حقوق وہ ہیں جو افراد کو محض انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ دین و ملت کی بنیاد پر حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے اسلامی ریاست میں کوئی غیر مسلم مملکت کا صدر، افواج کا سربراہ یا قاضی القضاۃ نہیں بن سکتا یعنی ان کو کلیدی مناصب نہیں دیئے جاسکتے یہ امتیاز محض دین کی بنیاد پر قائم ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسری قسم کے حقوق وہ ہیں جو افراد معاشرہ کو محض انسان کی حیثیت سے نہیں بلکہ دوسری متعدد حیثیات سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ حیثیات قرابتی رشتوں کی بنیاد پر بھی وجود میں آتی ہیں اور مختلف معاشرتی و تمدنی تعلقات کی بنا پر بھی، بہرحال ان قرابتی اور معاشرتی حیثیات کی بنا پر افراد کو جو حقوق حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں فرائض کا وجود بھی لازمی ہوتا ہے۔ نیز اس قسم کے حقوق میں سب افراد کے درمیان مساوات و برابری نہیں بلکہ تفاوت ہوتی ہے۔ اس قسم کے حقوق میں والدین کے اولاد پر اور اولاد کے والدین پر حقوق، شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر حقوق، دیگر رشتہ داروں کے ایک دوسرے پر حقوق بہ حیثیت پڑوسی کے پڑوسیوں پر حقوق، راعی اور رعایا کے ایک دوسرے پر حقوق، اجیر و مستاجر، بائع و مشتری، استاد و شاگرد، مریض و طبیب وغیرہ کی حیثیات سے ایک دوسرے پر حقوق شامل ہیں۔ ان حقوق میں وہ بھی شمار کئے جا سکتے ہیں جو دین و مذہب کے رشتہ سے وجود میں آتے ہیں اور ایک دین و مذہب کے ماننے والوں پر آپس میں لازم ہوتے ہیں۔ اسی طرح کسی خاص علاقہ میں قدیم سکونت پذیر ہم وطن ہونے اور باہر سے آکر آباد ہونے والے (SETTLER) کی حیثیت سے بھی الگ الگ حقوق لازم آتے ہیں۔

مذکورہ بالا نسبتوں اور حیثیات کی بنا پر جو مختلف قسم کے حقوق وجود میں آتے ہیں وہ سب نسبتیں اور حیثیات چونکہ سب انسانوں میں یکساں اور برابر نہیں ہوتیں لہٰذا ان کے حقوق کے تعین میں بھی سب انسان یکساں اور برابر نہیں ہوتے بلکہ ان کے درمیان نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے ان کے حقوق کے تعین میں بھی بڑا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ ان حقوق کا تعلق چونکہ کسی حیثیت اور نسبت کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے ان حقوق کو نسبتی حقوق کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

انسانی معاشرہ میں عدل کا قیام چونکہ ان تینوں اقسام کے حقوق کے کامل تحفظ سے وجود میں آتا ہے لہٰذا قرآن مجید اور حدیث نبویؐ کے علاوہ خلفائے راشدین کے دور میں پیش آنے والے واقعات اور نظائر اور مجتہدین کرام کی مرتب شدہ فقہ میں یہ سب احکام کسی نہ کسی طور پر بیان ہوئے ہیں پھر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک اردو میں اسلامی لٹریچر کا تعلق ہے اس میں انسانی حقوق خواہ نسبتی حقوق کا اچھا خاصا ذکر ملتا ہے البتہ اب تک کوئی ایسی کتاب اردو خواہ عربی میں مرتب شدہ نہیں مل سکی جس میں کسی خاص علاقہ میں قدیم سکونت پذیر لوگوں اور باہر سے آکر آباد ہونے والے لوگوں کے حقوق کے تعین کے سلسلہ میں مفصل اور مشرح مواد ملتا ہو۔ اس کام پر ہمارے علما کرام نے وہ توجہ نہیں دی جس کا یہ مستحق تھا۔ اب تک اس موضوع پر کوئی مستقل تصنیف منظر عام پر نہیں آئی۔

اس لئے یہ موضوع اب تک تشنہ، ادھورا اور مبہم پڑا ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان حقوق سے متعلق کافی مسائل نہایت بری طرح سے الجھ گئے ہیں۔ مختلف حلقوں کی جانب سے ان کی مختلف تعبیرات کی جارہی ہیں جن سے الجھاؤ مزید بڑھ رہا ہے نیز اس سے خطرناک حد تک عصبیت پیدا ہو رہی ہے نفرتیں پیدا ہو رہی ہیں اور کچھ جدید تعلیم یافتہ حضرات اسلام کے معاشی نظام کے تحت حقوق کے تعین کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ کسی بھی اسلامی ریاست میں اس طرح کی صورتحال کا پیدا ہو جانا انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے ان عصبیتوں کی وجہ سے ملک اور ملت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

حالات اسی بات کا تقاضا کر رہے تھے کہ اس موضوع پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی انداز سے تفصیلی بحث کی جائے اور اس طرح حقوق کے تعین کے بارے میں اسلامی اصولوں کو پوری طور پر واضح اور اجاگر کیا جائے تاکہ اس موضوع پر پائے جانے والا ابہام ختم ہو اور حقوق کا تعین اسلامی شریعت کی روشنی میں کیا جائے اور جو انتشار فکر اس وقت پایا جاتا ہے وہ ختم ہو جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست میں علاقائی سیاسی وانتظامی حقوق کا تصور

اسلام وہ واحد دین ہے جس میں تمام نظاموں کے بر خلاف حصول اقتدار و حکومت اور فتوحات کا تصور بالکل جداگانہ ہے۔ اسلامی نظریہ کے مطابق فتوحات کا مقصد وحید یہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کروا کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں میں داخل کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے ادوار میں جو فتوحات ہوئیں ان کا مقصد توسیع سلطنت یا شہنشاہی قائم کرنا نہیں تھا یا مال و دولت کا حصول اور شان شوکت میں اضافہ کرنا نہ تھا بلکہ دنیا میں توحید کی تعلیم کی اشاعت' اللہ تعالیٰ کی بندگی اور انبیاء علیہم السلام کی ہدایات کے مطابق انسانی زندگیوں کو سنوارنا تھا۔ اس بات کا ثبوت ہمیں اس سے ملتا ہے کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو دنیا کے ایک بہت بڑے حصے کے حکمراں رہے؛ ان کی ذاتی زندگی فقیرانہ تھی۔ ان کے ماتحت حکومت چلانے والے کارندے' عاملین اور والیانِ ریاست (صوبہ جات) نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے ان مفتوحہ علاقوں سے مال و دولت جمع کر کے لانا ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا۔ اس لئے ان مختلف علاقوں کے حکمران حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خلفائے راشدین کی تعلیمات کے مطابق ہر علاقہ کی مالیات وہ جہاں سے وصول کرتے تھے وہیں پر ہی ضرورت مند لوگوں پر خرچ کر دیتے تھے اور خود خالی ہاتھوں مدینہ منورہ حاضر ہوتے تھے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "باب مالیات کی تقسیم میں حقوق۔"

ان سنہری ادوار میں جن اقوام یا قبائل نے اسلام قبول کر کے اپنی رضامندی سے اسلامی ریاست کے ساتھ الحاق کیا' ان اقوام اور علاقوں کو اندرونی طور پر ہر طرح کا سیاسی اور معاشی تحفظ حاصل ہوتا تھا۔ کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ کسی علاقہ کے الحاق کے بعد اس علاقہ کے لوگوں کو وہاں کی حکمرانی سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معزول یا محروم کیا گیا ہو یا اس علاقہ کی اراضی اور مالی مسائل پر قبضہ کیا گیا ہو۔ بلکہ ان مختلف علاقوں کی اقوام کو دعوت اسلام دیتے وقت اس بات کا یقین دلایا جاتا تھا کہ مسلمانوں کو ان کے مال و اسباب اور عہدوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اس علاقہ کی مالیات' اراضی اور باغات پانی اور سیاسی و انتظامی عہدوں سے مسلمانوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہے یہ سب چیزیں مقامی لوگوں کے ہی پاس بدستور رہیں گی ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ مسلماں ان سے صرف اس بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر ایمان لاکر اس پر عمل پیرا ہوں۔

پوری تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ کبھی بھی ملحقہ علاقوں کی اقوام کی اراضی اور دیگر معاشی وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے مسلمانوں کو ہجرت کرواکر آباد نہیں کیا گیا نہ ان لوگوں کو وہاں پر بڑے بڑے عہدے دیکر ان پر مسلط کیا گیا۔

اسلام کی سیاسی حکمت عملی کا یہ شاندار اصول کسی بھی قوم یا مذہب کے دستور سیاسی میں ہمیں نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس دوسری اقوام جب کبھی کوئی علاقہ یا ملک فتح کرتی تھیں تو وہاں کے لوگوں کو محکوم اور مغلوب بنانے کے لئے فاتح قوم اپنے لوگوں کو وہاں پر بڑے بڑے عہدے اور اراضی دیکر آباد کرتی تھیں۔

اسلامی ادوار میں جو علاقے اور ممالک بزور فتح ہوتے تھے اور وہاں کے لوگ جنگ میں شکست کھاجانے کے بعد ذمی بن کر رہنا قبول کرتے تھے یا کسی صلح اور معاہدہ کی صورت میں اسلامی ریاست کے ماتحت رہنے کا فیصلہ کرتے تھے تو ایسی حالت میں بھی ان علاقوں کی اقوام کو وہ سب تحفظات حاصل ہوتے تھے۔ جو دوسرے ملحقہ مسلم علاقوں کے لوگوں کو حاصل ہوتے تھے' غیر مسلم ذمیوں خواہ معاہد لوگوں کو دوسرے درجہ کا شہری نہیں بنایا جاتا تھا۔ بلکہ اسلامی معاشرہ میں ان کا مقام بلند ہوتا تھا وہ بڑی عزت اور سکون کی زندگی گزارتے تھے۔ ان کو کبھی بھی اپنے حقوق تلف ہونے کا خطرہ نہیں رہتا تھا۔ ان کو ملکی عہدوں میں حصہ دیا جاتا تھا۔ ان کی زرعی اراضی' باغات اور پانی پر ا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا حق تسلیم کیا جاتا تھا حتیٰ کہ ان مفتوحہ ممالک کے اقوام کی زرعی اراضی خریدنے سے دوسرے مسلمانوں کو سختی سے روکا گیا تاکہ دوسرے لوگ ہجرت کر کے ان علاقوں یا ممالک میں آباد ہونے کا ارادہ بھی نہ کر سکیں۔ اس سے ایک مقصد کسی اسلامی ریاست میں انتقال آبادی کو روکنا بھی ہوتا تھا تاکہ کسی علاقہ یا قوم کے معاشی وسائل پر تفوق حاصل کرنے سے اس آبادی کے لوگوں میں بے چینی اور احساس محرومی کا روگ پیدا نہ ہو اور پھر اس سے دوسرے سیاسی اور معاشی مسائل پیدا نہ ہوں۔ اس حکمت عملی کی تشریح اس مقالہ کے مختلف ابواب میں کی گئی ہے۔ قارئین کو مطالعہ کے دوران ان باتوں پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

اسلام سے پیشتر دنیا میں جو دو[۲]۔ بڑے سیاسی نظام رائج تھے ایک ایرانی نظام اور دوسرا رومی نظام حکومت' پورا عرب سوائے چند علاقوں کے ان کے زیر نگین تھا۔ عراق' شام' مصر اور دوسرے سب چھوٹے ممالک انہی نظاموں کے ماتحت تھے۔ اس وقت ان ماتحت ممالک کی جو سیاسی اور معاشی ——— حالت تھی اس کا مختصر جائزہ یہاں پر پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اسلامی نظام کے مقابلہ میں ان نظاموں کی سیاسی حکمت عملی قارئین پر بخوبی واضح ہو سکے۔

اسلام سے قبل ایران و روم کی سلطنتوں کے حکمران مطلق العنان ہوتے تھے وہ اپنے ملک خصوصاً مفتوحہ اور زیر نگین علاقوں کو اپنی جاگیر قرار دیتے تھے ماتحت ممالک و علاقوں کے عوام کو تیسرے درجہ کا شہری بھی نہیں مانا جاتا تھا۔ ان کی حیثیت غلاموں جیسی ہوا کرتی تھی ان سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا تھا اس کے صلہ میں ان کو صرف اپنا پیٹ بھرنے اور تن ڈھانکنے کا حق حاصل ہوتا تھا۔

ان حکمرانوں کا مقصد ماتحت اقوام اور علاقوں سے دولت بٹورنا ہوا کرتا تھا اس مقصد کے لئے وہ عوام پر بڑے اور بھاری ٹیکس عائد کرتے تھے تاکہ عوام کبھی بھی خوشحالی اور فارغ البالی کا منہ نہ دیکھ سکیں اور دن رات اپنے فکر معاش میں ہی غلطاں رہیں اور انہیں ان ظالم حکمرانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موقعہ ہی نہ مل سکے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" میں زمانہ جاہلیت کے سیاسی و معاشی نظام کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"زمانہ جاہلیت میں خالص آمرانہ دور دورہ تھا اس زمانہ کی سیاست مطلق العنان بادشاہت تھی یہ بادشاہت اکثر مخصوص خاندانوں کی عظمت پر قائم ہوتی تھی۔ جیسا کہ ایران میں تھا۔ وہاں آل ساسان کا یہ عقیدہ تھا کہ حکومت پر ان کا موروثی حق ہے اور انہیں تائید الٰہی حاصل ہے۔ عام رعایا کو بھی پوری کوشش کر کے اس کا یقین دلایا گیا تھا چنانچہ انہوں نے بھی اس اصول کو تسلیم کر لیا تھا۔ ..... کبھی بادشاہت کسی خاص گروہ یا کسی خاص وطن کا حق سمجھی جاتی تھی جیسا کہ مملکت روما میں اعتقاد تھا۔ وہاں رومی وطن اور رومی قومیت کی عظمت بنیادی قانون تھا دوسری قومیں اور دوسرے ملک اس قومیت کے غلام تھے ان کی حیثیت ان رگوں اور شرائین کی سی تھی جن سے خون جاری ہو کر اپنے مرکز کو پہنچتا تھا۔ سلطنت روما ہر قانون اور ہر ایک کے حق کو نظر انداز کر سکتی تھی اور ہر ایک کی عزت و ناموس پامال کر سکتی تھی۔ وہ ہر ظلم و ستم کو جائز سمجھتی تھی۔ رومیوں کا ہم عقیدہ اور ہم مذہب ہو کر اور حکومت کے ساتھ خلوص اور وفاداری کا اظہار کر کے بھی کوئی قوم یا فرد رومیوں کے ظلم و ستم سے نہیں بچ سکتا تھا۔ کسی قوم کو حکومت، خود اختیاری یا اندرونی خود مختیاری کا حق نہیں تھا اور نہ اس کا موقعہ تھا کہ اپنے ملک میں اپنے واجبی حقوق سے مستفید ہو سکے۔ ان محکوم قوموں اور مفتوح ملکوں کی مثال ایسی اونٹنی کی سی تھی جس پر بوقت ضرورت سواری کی جاتی اور اس کا دودھ دوہا جاتا اور صرف اسی قدر اس کو چرہ دیا جاتا جو اس کی پیٹھ کو مضبوط اور تھن کو دودھ سے بھرا رکھ سکے۔" ص ۷۷ تا ۷۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس دور میں مصر و شام رومی سلطنت کے ماتحت تھے۔ ان دو ممالک کے حالات بیان کرتے ہوئے مولانا ندوی تحریر فرماتے ہیں:

"مصر میں رومی حکومت صرف ایک ہی غرض و غایت اپنے سامنے رکھتی تھی اور وہ یہ تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو رعایا سے مال لوٹ کھسوٹ کر حکام کو فائدہ پہنچایا جائے۔ رعایا کی بہبودی اور خوشحالی اور عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنے کا خیال تک نہیں آتا تھا۔ رعایا کی تہذیب اور اخلاق کو درست کرنا اور ترقی دینا تو بڑی چیز ہے۔ ملک کے مادی و سائل کو ترقی دینے کی بھی اس کو فکر نہ تھی۔ مصر پر ان کی حکومت ان پردیسیوں کی سی حکومت تھی جو صرف اپنی طاقت پر بھروسہ کرتی اور محکوم قوم کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے تک کی بھی ضرورت نہ سمجھتی۔"

بحوالہ سابق ص ۸۱

ملک شام کے حالات کے بارے میں جائزہ لیتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:

"ابتداء میں رومیوں کا شامیوں کے ساتھ اچھا اور منصفانہ برتاؤ تھا۔ اگرچہ ان کی سلطنت میں اندرونی طور پر خلفشار تھا لیکن جب ان کی حکومت بوڑھی ہو گئی تو اس نے بدترین قسم کی غلامی کی شکل اختیار کر لی اور بدترین معاملہ جو غلام اور رعیت کے ساتھ کیا جا سکتا تھا، اس نے اپنی محکوم رعایا کے ساتھ کیا۔ روم نے براہ راست شام کا الحاق بھی نہیں کیا اور شام کے باشندوں کو کبھی رومیوں کی طرح شہری حقوق حاصل نہیں ہوئے اور نہ ان کے ملک کو رومی سلطنت اور سرزمین کا درجہ ملا۔ شامی ہمیشہ غریب الوطن افراد کی طرح رعایا بن کر رہے۔ انتہا کاری ٹیکس ادا کرنے کے لئے اپنی اولاد کو بیچنے پر مجبور ہوئے۔ مظالم کی زیادتی تھی۔ غلام بنانے اور بیگار لینے کا عام رواج تھا۔ اس بربادی سے رومی حکومت نے وہ ادارے اور کارخانے تعمیر کئے جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رومیوں کا کارنامہ سمجھے جاتے ہیں۔ "

ص ۸۱ تا ۸۲

ایران کے حالات کے بارے میں مولانا تحریر فرماتے ہیں:

" نت نئے ٹیکسوں نے عوام کی کمر توڑ دی۔ بہت سے کسانوں نے کھیتی باڑی چھوڑ دی تھی۔ ان ٹیکسوں سے بچنے اور حکومت کی فوجی خدمت کرنے سے نجات حاصل کرنے کے لئے، جس سے ان کو دلی لگاؤ نہ تھا، انہوں نے عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں پناہ لے رکھی تھی۔ "

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص ۸۶

حکومت کے اہل کار وعہدہ دار عام رعایا اور ملک کے باشندوں کے ساتھ ایسی سخت گیری اور بے دردی کا برتاؤ کرتے تھے کہ اہل ملک ان سے عاجز تھے۔ ان حکام اور عہدہ داروں کو نہ عوام کے جان ومال کی پرواہ تھی نہ ان کی عزت و آبرو کا پاس۔ لوگ شکایتیں کرتے، لیکن جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور تھی ان کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی یہاں تک کہ لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ اندھیر نگری ان کے لئے مقدر ہو چکی ہے اور اس سے نجات کی کوئی صورت نہیں۔ بعض اوقات وہ ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے۔ "

ایضاً ص ۸۷

ان ممالک کی اس آمرانہ استحصال کی پالیسی کا مقصد صرف ماتحت اقوام اور علاقوں سے دولت کا بٹورنا تھا یہ سب دولت حکمرانوں کی عیش پرستانہ زندگی کے لئے کام آتی تھی۔ اس بات کی تحقیق کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

" اس عیش پسند اور مسرفانہ زندگی کا لازمی نتیجہ تھا کہ ٹیکسوں میں اس قدر اضافے ہو جائیں جو رعایا کے لئے ناقابل برداشت ثابت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ نئے نئے قوانین بنائے جائیں۔ جن کی رو سے کسانوں تاجروں، کاریگروں اور اہل حرفہ سے زیادہ سے زیادہ مال گھسیٹا جا سکے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آئے دن کے ان اضافوں اور بھاری ٹیکسوں نے رعایا کی کمر توڑ دی اور حکومت کے مطالبات سے ان کی پیٹھ بوجھل ہو گئی۔"

ص ۹۲ ۔ ۹۳

مولانا ندوی مدظلہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

"روم اور ایران دونوں مملکتوں میں اہل ملک دو علیحدہ طبقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ان دونوں طبقوں کے درمیان واضح اور بیّن فرق تھا۔ ایک طبقہ بادشاہوں، شہزادوں، اہل دربار اور ان کے خاندانوں عزیزوں اور ان کے متعلقین و وابستگان اور جاگیرداروں اور دولت مندوں کا تھا۔ یہ لوگ سدا بہار پھولوں کی سیج پر زندگی گزارتے تھے۔ ان کے گھر کے لوگ اور بچے سونے چاندی سے کھیلتے اور دودھ اور گلاب میں نہاتے یہ اپنے گھوڑوں کی نعلیں بھی جواہرات سے جڑتے اور در و دیوار کو بھی ریشم کمخواب سے سجاتے۔

دوسرا طبقہ کاشتکاروں، کاریگروں اہل حرفہ اور چھوٹے تاجروں کا تھا۔ جن کی زندگی سراپا کلفت و مصیبت تھی۔ یہ زندگی کے بوجھ ٹیکسوں اور نذرانوں کے بار سے کچلے جا رہے تھے ان کا جوڑ جوڑ اور بند بند مطالبات کے اندر جکڑا ہوا تھا۔ وہ اس جال کو توڑنے کی جس قدر کوشش کرتے اور جس قدر پاؤں مارتے وہ جال اور کس جاتا۔"

بحوالہ ایضاً ۹۴ ۔ ۹۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست کی خصوصیات

ان دو جابرانہ نظاموں کا اسلامی نظام حکومت سے تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد اسلامی ریاست کی جو خصوصیات سامنے آتی ہیں ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے :

۱۔ اسلام کے سیاسی نظریہ کے مطابق اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کو تمام تشریعی و تکوینی اختیارات حاصل ہیں۔

۲۔ اسلامی ریاست میں حکمرانی کا تصور ایک امانت ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق چلانا ہے۔

۳۔ اسلامی ریاست میں بیت المال (خزانہ) عوام کی امانت سمجھا جاتا ہے۔ حکمران صرف اس کے نگراں ہوتے ہیں وہ اسے عوام کی ضروریات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

۴۔ اسلامی ریاست کے ساتھ الحاق کرنی والی مسلم اقوام اور ان کے ممالک کو اندرونی طور پر مکمل سیاسی اور انتظامی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

۵۔ اسلامی ریاست مفتوحہ خواہ معاہد لوگوں کی اراضی اور دیگر مالی وسائل وہاں کے اصلی باشندوں کے پاس رہنے دیتی ہے ان میں کسی بھی قسم کا تصرف نہیں کرتی۔

۶۔ اسلامی ریاست کسی بھی علاقہ سے وصول ہونے والے ٹیکس پہلے وہاں کے لوگوں کی ضروریات پر صرف کرتی ہے اور اگر ان لوگوں کی ضروریات سے کچھ بچ جائے تو اسے دوسرے ضرورت مند لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنی تحویل میں لیتی ہے۔

۷۔ اسلامی ریاست میں عوام خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ان کو یکساں طور پر جانی و مالی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۸۔ اسلامی ریاست میں عوام کو حکمراں پر تنقید کرنے اس سے باز پرس کرنے یا اسے مشورہ دینے کا پورا حق حاصل ہوتا ہے' وہ عوام کی رائے کا احترام کرتے ہیں اور اسے نظر انداز نہیں کرتے

۹۔ اسلامی ریاست میں حکمراں کی حیثیت ایک خادم کی سی ہوتی ہے' حکمراں میں کسی بھی قسم کا تکبر اور تفوق کا جذبہ نہیں ہوتا اور نہ ان سے کوئی امتیاز برتا جاتا ہے

۱۰۔ اسلامی ریاست میں سب معاملات عدل وانصاف کے اسلامی اصولوں کے مطابق طے کئے جاتے ہیں' اسلامی معاشرہ میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوتی' ہر حقدار کو خواہ وہ قوی ہو یا ضعیف اپنا حق دلانا حکومت کے فرائض میں داخل ہے۔

اسلامی ریاست کی مذکورہ بالا خصوصیات کی تائید میں تاریخ اسلامی اور فقہ اسلامی میں بے شمار نظائر ہمیں ملتے ہیں یہ ایک الگ مستقل موضوع ہے' ہم اس وقت صرف اپنے زیر بحث عنوان کے مطابق اسلامی ریاست میں علاقائی سیاسی وانتظامی حقوق کے بارے میں تفصیل سے اظہار خیال کریں گے تاکہ زیر بحث موضوع پوری طرح سے واضح ہو جائے دیگر خصوصیات وموضوعات پر الگ ایک تصنیف کی ضرورت ہے۔

دور نبوت سے مثالیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام سیاست و حکومت کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مبارک دور میں مختلف قوموں اور قبائل کے سرداروں کو جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ایمان لائے' اپنی اپنی قوموں کی سرداری پر بحال رکھا گیا اور اسی طرح جن علاقوں کے والی اور حکمراں جو اسلام میں داخل ہوئے انہیں اپنے اپنے علاقوں پر بدستور والی اور حکمران رکھا گیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی مایہ ناز سیرت کی کتاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"مدارج النبوت" میں جن سرداران قوم کا ذکر فرمایا ہے' اس کے مطابق حضرت عدی بن حاتم طائی کو بنی طی قبیلہ پر' بشر بن سفیان کعبی کو خزاعہ کی شاخ بنی کعب پر' ایاس بن قیس اسدی کو بنی اسد پر' سعود بن رجیل اشجعی کو بنی اشجع پر' عامر بن مالک عامری کو بنی عامر پر' عوف بن مالک نضری کو بنی نضر پر' ضحاک بن سفیان کلابی کو بنی کلاب پر' بحیثیت شیخ اور سردار کے بحال رکھا گیا۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "مدارج النبوت" (فارسی) جلد دوم باب نہم (۹) صفحہ ۷۲ تا صفحہ ۷۳ مطبوعہ در مطبع نول کشور کان پور۔

ان حضرات کے علاوہ جن مختلف علاقوں کے حکمراں جو مسلمان ہوئے انہیں اپنے اپنے علاقوں پر بدستور حکمران رکھا گیا جیسے جیفر بن جلندی کو عمان پر' حارث و شریح حمیری کو جنوبی یمن پر' وائل بن حجر کو حضرموت پر' منذر بن ساوی کو بحرین پر' اسیخت بن عبداللہ کو جحر پر فروہ کو معان پر' اصبع بن عمرو کلبی کو دومۃ الجندل پر' ذوالکلاع و ذو عمرو کو تبع پر' باذان کو یمن پر' یوحنا بن روجہ کو ایلہ پر' ان علاقوں پر مدینہ منورہ سے کوئی والی یا حکمراں مقرر نہیں ہوا۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "بلاغ مبین" مصنفہ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مختلف سرداروں و حکمرانوں کو دعوت اسلام دینے کے لئے جو خطوط ارسال فرمائے ان میں سب کو اس بات کی یقین دہانی کرائی جاتی تھی کہ:

۱۔ ان کو حکمرانی کے عہدوں سے معزول نہ کیا جائے گا۔

۲۔ ان کے مال و متاع اور خزانہ سے تعرض نہ کیا جائے گا۔

۳۔ ان کے علاقوں پر ان کا قبضہ تسلیم کیا جائے گا اور کوئی اس میں مداخلت نہ کرے گا۔

۴۔ ان کے تمام باغات و زرعی اراضی پر ان کا قبضہ تسلیم کیا جائے گا بشرطیکہ وہ زکوٰۃ و عشر ادا کریں گے۔

۵۔ ان کے پہاڑوں (معدنی ذخائر) چشموں اور نالوں (آبی ذرائع) پر ان کا حق تسلیم کیا جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا مضامین پر مشتمل فقرات ہمیں ان خطوط۔ فرامین اور وثیقہ جات میں ملتے ہیں جن کا تفصیل کے ساتھ ذکر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنی کتاب الوثائق السیاسیہ (سیاسی وثیقہ جات) میں کیا ہے۔

اس سلسلے میں جامع تحقیق ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے اپنے مقالہ "عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت" میں "مقامی منتظمین" کے عنوان کے تحت کی ہے جو کافی صفحات پر مشتمل ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ماہنامہ "نقوش" (رسول نمبر) جلد پنجم صفحہ ۲ ۶۲ تا صفحہ ۶۳۹

اور جلد دوازدھم ضمیمہ دوم۔ ۹ صفحہ ۳۹ تا ۴۰۔

یہی وجہ ہے کہ اس دور کے نامور اسلامی محقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اس سلسلہ میں اپنی رائے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"اگر کسی قبیلہ کے چند خاندان مسلمان ہو جائیں اور یہ نو مسلم بذات خود کافی قوت رکھتے ہوں اور معاشی حیثیت سے پختہ ہوں تو ایسے نو مسلموں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم "فارقوا المشرکین" ہوا کرتا تھا، یعنی غیر مسلم رشتہ داروں اور حلیفوں سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لو، شادی بیاہ بین القبائل جنگیں اور مماثل معاملات میں مشرکین سے ان کا کوئی تعلق نہ رہے۔ وہ اسلامی تعلیم پر عمل کریں، نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کریں اور سیاسی حیثیت سے مدینہ کے ساتھ ملحق ہو جائیں۔ ایسے دور دراز قبائل کو مقامی خود مختاری بھی حاصل ہو جاتی تھی اور مدینہ کے ساتھ ان کا تعلق میری نظر اور اندازے میں ایک عہدیہ (کنفیڈریشن) سے بڑھ کر نہ تھا۔ چنانچہ آس پاس کے دیگر اسلامی قبائل یا بستیوں کی بوقت ضرورت حفاظت کرنا، کمک اور مدد بہم پہنچانا اور دیگر غیر مسلم قبائل سے لڑ کر اپنی حفاظت و استحکام کے فرائض انجام دینا، یہ سب ایسے امور تھے جن کی ہدایت تو مدینے سے ہوتی تھی، لیکن نگرانی اور تعمیل مقامی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وحدت سے متعلق تھی۔ چنانچہ ایسی تفصیلی نظیریں متعدد موجود ہیں"۔
عہد نبوی میں نظام حکمرانی صفحہ ۲۷۳

موجودہ دور کے ایک دوسرے محقق اور عالم دین مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اسلامی ریاست سے دوسری قوموں کے تعلقات کی نوعیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

"بخلاف قوم پرستی کے اسلام زندگی کا نظام خدا پرستی پر قائم کرنا چاہتا ہے جس میں قوم، نسل، وطن اور زبان کے فرق و امتیاز کی بناء پر کسی قسم کے تعصبات اور خود غرضیاں راہ نہ پائیں، وہ ایک قومی نظام کے بجائے ایک اصولی نظام ہونا چاہئے، جس کے دروازے ہر اس انسان کے لئے کھلے ہوں جو اس کے بنیادی اصولوں کو مان لے، اور جو انسان بھی ان کو مان جائے وہ بغیر کسی امتیاز کے پورے مساویانہ حقوق (PARITY) کے ساتھ اس میں شریک ہو سکے، اس نظام میں شہریت (CITIZENSHIP) کی بنیاد پیدائش نسل اور وطن پر نہ رکھی جائے بلکہ صرف اصولوں پر رکھی جائے، رہے وہ لوگ (قومیں) جو ان اصولوں پر مطمئن نہ ہوں یا کسی وجہ سے ان کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوں تو ان کو مٹانے اور دبانے اور ہضم کرنے کی کوشش نہ ہو بلکہ وہ متعین حقوق (DEFINED RIGHTS) کے ساتھ اس نظام کی حفاظت (PROTECTION) میں رہیں، اور ان کے لئے ہر وقت یہ موقع کھلا رہے کہ وہ جب بھی ان اصولوں کی صحت و درستی پر ان کا اطمینان ہو جائے تو وہ برابر کے حقوق (PARITY) کے ساتھ اپنی آزادانہ مرضی سے اس نظام کے شہری بن سکیں۔
یہ چیز جس کو ہم اصول انسانیت سے تعبیر کرتے ہیں قومیت کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نفی نہیں کرتی بلکہ اسے اس کی صحیح فطری حد میں رکھتی ہے۔ اس نظام میں قومی محبت کے لئے جگہ ہے مگر قومی تعصب کے لئے جگہ نہیں، قومی خیر خواہی جائز ہے مگر قومی خود غرضی حرام ہے، قومی آزادی مسلم ہے اور ایک قوم پر دوسری قوم کے خود غرضانہ تسلط سے بھی سخت انکار ہے، مگر ایسی قومی آزادی ہر گز تسلیم نہیں ہے جو انسانیت کو ناقابل عبور سرحدوں میں تقسیم کر دے۔ اصول انسانیت کا مطالبہ یہ ہے کہ اگرچہ ہر قوم اپنے گھر کا انتظام آپ کرے۔

اور کوئی قوم من حیث القوم دوسری قوم کے تابع نہ ہو، لیکن تمام وہ قومیں جو تہذیب انسانی کے بنیادی اصولوں میں متفق ہو جائیں، ان کے درمیان انسانی فلاح و ترقی کے کاموں میں پورا تعاون ہو۔ مسابقت (COMPETITION) کے بجائے معاونت ہو۔ باہم امتیازات اور تعصبات اور تفریقیں نہ ہوں بلکہ تہذیب و تمدن اور اسباب زندگی کا آزادانہ لین دین ہو اور اس مہذب نظام زندگی کے تحت زندگی بسر کرنے والی دنیا کا ہر انسان اس پوری دنیا کا شہری ہو نہ کہ ایک ملک اور ایک قوم کا حتیٰ کہ وہ کہہ سکے۔

ہر ملک ملک ماست
کہ ملک خدائے ماست

موجودہ حالت کو ہم ایک قابل نفرت حالت سمجھتے ہیں جس میں ایک انسان نہ تو خود ہی اپنی قوم اور ملک کے سوا کسی دوسری قوم اور ملک کا وفادار ہو سکتا ہے اور نہ کوئی قوم اپنے افراد کے سوا دوسری قوم کے افراد پر اعتماد کر سکتی ہے۔ آدمی اپنے ملک کے حدود سے باہر نکلتے ہی یہ محسوس کرتا ہے کہ خدا کی زمین میں ہر جگہ اس کے لئے رکاوٹیں ہی رکاوٹیں ہیں، ہر جگہ وہ چوروں اور اچکوں کی طرح شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر جگہ پوچھ گچھ ہے، تلاشیاں ہیں، زبان و قلم، نقل و حرکت پر پابندیاں ہیں اور کہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے لئے نہ آزادی ہے نہ حقوق۔ ہم اس کے مقابلے میں ایسا عالمگیر نظام چاہتے ہیں جس میں اصولوں کی وحدت کو بنیاد بنا کر قوموں کے درمیان وفاق قائم ہو۔ اس وفاق میں بالکل مساویانہ اور مشترکہ شہریت (COMMON CITIZENSHIP) اور بے روک ٹوک آمد و رفت کا طریقہ رائج ہو۔ ہماری آنکھیں پھر ایک دفعہ یہ منظر دیکھنا چاہتی ہیں کہ آج کا کوئی ابن بطوطہ اٹلانٹک کے ساحل سے بحرالکاہل کے جزائر تک اس طرح جائے کہ کہیں بھی وہ غیر (ALIAN) نہ ہو اور ہر جگہ اس کے لئے جج، مجسٹریٹ، وزیر یا سفیر بن جانے کا موقع ہو"۔

خطاب مولانا مودودی
۹ر مئی ۱۹۴۷ء بمقام پٹھانکوٹ

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام کا مرکزی نظام حکومت تمام علاقوں کو اندرونی طور پر بہت بڑی حد تک سیاسی آزادی دیتا ہے جس سے اس علاقہ کے اندرونی انتظامی اور معاشی مسائل متاثر نہ ہوں بلکہ ہر علاقہ کے لوگ برابری کی بنیاد پر مرکز کے ساتھ الحاق کرتے ہوئے اپنے لئے کسی سیاسی، انتظامی یا معاشی استحکام کا خطرہ محسوس نہ کرتے ہوں، اس نظریہ پر مبنی ریاست نظریاتی طور پر تو ایک وحدانی ریاست تصور ہو گی جس کا ایک عقیدہ ایک اصول اور ایک نصب العین ہو گا مگر اندرونی طور پر وسیع سیاسی، انتظامی اور معاشی اختیارات حاصل ہونے کی وجہ سے اس کو خود مختار صوبوں پر مشتمل فیڈرل نظام کہا جا سکے گا۔ خلافت راشدہ کا نظام انہی بنیادی اصولوں پر قائم تھا اس لئے دشمنان اسلام کی سخت کوششوں کے باوجود اسے توڑا نہ جا سکا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتظامی معاملات میں مقامی لوگوں کے حقوق

اسلام جس طرح دوسرے سیاسی و معاشی معاملات میں اس علاقہ کے اصلی باشندوں کو ترجیح دیتا ہے بالکل اسی طرح انتظامی معاملات و ملازمتوں میں بھی مقامی لوگوں کو ترجیح دیتا ہے اس سلسلہ میں شریعت نے صرف ایک شرط یہ لگائی ہے کہ اس آدمی میں اس کام کی اہلیت پائی جاتی ہو۔ لہٰذا جب بھی کسی کام و ملازمت اور عہدے کے لئے کوئی موزوں آدمی جو باصلاحیت بھی ہو' مقامی لوگوں میں سے دستیاب ہو جائے تو پھر اس حالت میں دوسرے علاقہ کے آدمی کو اس عہدے پر مامور کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر ایسے علاقہ میں باصلاحیت افراد کی کمی کے سبب وقتی طور پر دوسرے علاقہ کے باصلاحیت افراد کو کام پر لگایا جائے' جب تک ایسے افراد اس علاقہ ہی میں سے دستیاب ہونے لگیں۔ تو ایسی حالت میں شریعت نے اس بات کے لئے اجازت دی ہے۔

اس بارے میں قرآن مجید سے ہمیں واضح اور روشن اصولی ہدایات ملتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامٰنٰت الیٰ اھلھا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدلان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعا بصیراً۔

(سورۂ نسآ آیت۔ ۵۸)

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں' امانت والوں کو۔ اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے۔ اللہ تعالیٰ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہے سننے والا اور دیکھنے والا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کریمہ کی مختصر تفسیر اس طرح لکھی ہے:

"(اے اہل حکومت خواہ تھوڑوں پر حکومت ہو خواہ بہتوں پر) بیشک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق (جو تمہارے ذمہ ہیں) پہنچا دیا کرو اور (تم کو) یہ (بھی حکم دیتے ہیں) کہ جب (محکوم) لوگوں کا تصفیہ کیا کرو (ایسے حقوق میں جو ان میں باہم ایک دوسرے کے ذمہ ہیں) تو عدل (انصاف) سے تصفیہ کیا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے (دنیا کے اعتبار سے بھی کہ اس میں استحکام حکومت ہے اور آخرت کے اعتبار سے بھی کہ موجب قرب وثواب ہے) بلاشک اللہ تعالیٰ (تمہارے اقوال کو جو دوبارہ امانت وتصفیہ تم سے صادر ہوتے ہیں) خوب سنتے ہیں (اور تمہارے افعال کو جو اس باب میں تم سے واقع ہوتے ہیں) خوب دیکھتے ہیں (تو اگر کمی و کوتاہی کرو گے مطلع ہو کر تم کو سزا دیں گے)

یہ آیات کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ کے بارے میں نازل ہوئیں جب فتح مکہ کے بعد بیت اللہ کی چابیاں ان کے حوالہ کی گئیں۔ اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو ان کی زبان مبارک پر یہ آیات تھیں۔ اس وقت حضرت عباس، حضرت علی نے بیت اللہ کی خدمت سقایہ اور سدانہ کی بنیاد پر یہ چابی حضور سے طلب کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست رد فرمادی اور کنجی عثمان بن طلحہ کو عنایت فرمادی (بحوالہ تفسیر مظہری) حالانکہ ایمان وتقویٰ میں یہ دونوں حضرات عثمان بن طلحہ سے فائق تر تھے اور عثمان تو اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوا تھا۔

حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں، امانت میں خیانت کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علامت قرار دیا ہے۔ بخاری و مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس طرح بغیر استحقاق کے کسی شخص کو عہدہ دینے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کا مستحق قرار دیا ہے (بحوالہ جمع الفوائد ص نمبر ۳۲۵)

ملخص از تفسیر معارف القرآن جلد دوم ص ۴۴۲ تا ص ۴۴۹

مقامی لوگوں کو ترجیح دینے کے بارے میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ۔

"البتہ کسی خاص علاقہ اور صوبہ پر حکومت کے لئے اسی علاقہ کے آدمی کو ترجیح دی جاسکتی ہے کہ اس میں بہت سی مصالح ہیں مگر شرط یہ ہے کہ کام کی صلاحیت اور امانت میں اس پر پورا اطمینان ہو۔"

ایضاً ص ۴۴۹

مقامی ہونے کے بعد دوسرے نمبر پر اس میں صلاحیت پائی جاتی ہو اور وہ امانت دار بھی ہو۔

قرآن مجید میں صلاحیت کو امانت پر بھی مقدم رکھا گیا ہے۔

ان خیر من استاجرت القوی الامین (سورہ قصص آیت ۲۶)

ترجمہ۔ کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانتدار (ہو)

ترجمہ مولانا فتح محمد

اس آیت شریفہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دو اوصاف کا ذکر آیا ہے اور مقدم "قوت" ہے اور ثانی "امانت" ہے، قوت کا تعلق صلاحیت سے ہے۔ اس آیت میں قوت (صلاحیت) کو مقدم رکھنے کی حکمت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر کسی آدمی میں دونوں وصفیں جمع نہ ہوں تو کام کے سلسلہ میں صلاحیت والے کو مقدم رکھا جائے گا کیونکہ اس کے بغیر کام کے صحیح ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ سے جب اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حوالہ سے یہ جواب دیا کہ ان کے نزدیک قوت (صلاحیت) والا امانت دار سے افضل ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ قوت (صلاحیت) والے کی قوت مسلمانوں کو فائدہ دیگی اور اسکی عدم امانت کی وصف خود اس کے نفس کو نقصان پہنچائے گی۔ اس طرح صلاحیت نہ رکھنے والا شخص جو امانت دار ہو' اس کے ضعف کا نقصان مسلمانوں کو ہو گا اور اسکی امانت کا فائدہ خود اس کے نفس کو پہنچے گا۔ ہاں اگر اس کام کی نوعیت ایسی ہو کہ اس میں امانت و تقویٰ کی ضرورت زیادہ ہے تو پھر امانت دار اور پرہیز گار شخص کو قوت والے آدمی پر ترجیح دی جائے گی' جیسے کہ نماز کی امامت کرنے والے شخص یا اس طرح کے دوسرے کام کرنے والے شخص کے لئے امانت دار اور پرہیز گار ہونا مقدم شرط ہے۔ چاہے وہ دوسرے بڑے انتظامی عہدوں کے لئے صلاحیت اور قوت اپنے میں نہ رکھتا ہو تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو احکام القرآن جلد ۳ ص نمبر ۸۸ تا ص ۸۹ مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔

دور نبوت کی حکمت عملی

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ اور اپنے والد محترم سیدنا حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اطوار کے بارے میں روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قال فسالته عن مخرجه كيف كان يصنع فيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخزن لسانه الافيما يعنيه ويولفهم ولا ينفرهم ويكرم كريم كل قوم ويوليه عليهم

شمائل ترمذی ص ۲۹۰

..... امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا تو (حضرت علی نے) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے لوگوں کی تالیف قلب فرماتے' ان کو متنفر نہ کرتے ہر قوم کے معزز آدمی کی عزت فرماتے اور اسے اپنی قوم کا والی مقرر فرماتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک طویل حدیث شریف کا ایک حصہ ہے اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہر قوم کے معزز آدمی کو اپنی اسی قوم کا حاکم مقرر فرمانا اس عظیم ہستی کا ایک مبارک اور حکیمانہ معمول ہے جسے قرآن مجید میں انک لعلی خلق عظیم کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔

اس اصول کی حکمت

اس اصول میں بڑی حکمت کار فرما ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو خالق کائنات کی پیدا کردہ مخلوق کے بھی کامل مزاج شناس تھے انہیں یہ حقیقت بخوبی معلوم تھی کہ ہر قوم کی نفسیات میں یہ فطری جذبہ جاگزین ہے کہ حکمراں ان ہی کے لوگوں میں سے مقرر ہوں جن کو وہ خود بھی جانتے ہوں اور جن کی وہ خود بھی پہلے سے عزت کرتے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی اطاعت میں کسی کو عار محسوس نہیں ہوتا دوسرے یہ کہ ہم قوم لوگ اپنی قوم اور علاقہ کے حالات سے بھی پوری طرح سے باخبر ہوتے ہیں اس لئے وہ ملکی انتظام چلانے کی بدرجہ اولی صلاحیت رکھتے ہیں چونکہ ایسے لوگ اپنی ذاتی حالت اخلاق و کردار کے لحاظ سے اپنی قوم میں پہلے ہی معزز اور قابل اعتماد سمجھے جاتے تھے اس لئے انہیں اپنی قوم پر حکمراں مقرر کرنا اس قوم کے لوگوں کی دلجوئی کے لئے بھی ہوتا تھا۔

اس کے برعکس اگر مختلف قوموں اور قبائل پر دوسرے علاقوں اور دوسری قوموں کے لوگوں کو حاکم اور والی مقرر کیا جاتا تو ان سے وہ مصالح اور منافع ہرگز متوقع نہیں ہو سکتے تھے جو ان کے اپنے ہی لوگوں سے حاصل ہوتے تھے۔

دوسرے یہ کہ وہ لوگ غیر قوم کے افراد سے مانوس نہیں ہو سکتے تھے چاہے وہ تقویٰ اور صلاحیت کے لحاظ سے اعلیٰ صفات کے حامل کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ غیر قوم کے حاکم اور والی سے دوسری قوم کے لوگوں کا اجنبیت اور حجاب محسوس کرنا ایک لازمی امر ہے بخلاف مقامی حاکم اور والی کے۔ یہ بات کسی علاقہ کے انتظام اور انصرام میں مخل ثابت ہو سکتی ہے اور آئندہ اس علاقہ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حکومت کے لئے ناسازگار حالات کا باعث بن سکتی ہے۔

اس زریں اصول سے ایک طرف تو قبائلی عصبیت کے پیدا ہونے کا امکان بھی ختم ہو گیا اور دوسری طرف مرکز کی اطاعت بھی خوش دلی سے ہوتی رہی اس اصول ہی کے ذریعہ عربوں کے معاشرہ میں جہاں انتشار و افتراق کا دور دورہ تھا مرکزیت اور اجتماعیت کی صفات پیدا ہونے لگیں اور خلافت راشدہ کے دور تک پہنچتے پہنچتے عرب میں ایک مثالی اور مضبوط سیاسی نظام قائم ہو گیا۔

مذکورہ بالا وجوہات کے علاوہ عربوں کا قومی و قبائلی نظام بھی اس امر کا ذمہ دار تھا کہ غیر مقامی منتظمین نہ تو مقامی معاملات اور مسائل سے آگاہ ہو سکتے تھے اور نہ ہی وہ ان کو سلجھانے کی کامل صلاحیت اپنے اندر رکھ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ مقامی لوگوں کی تسکین اور اطمینان کے مطابق کام بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ہر زمانہ اور ہر علاقہ میں ایسے لوگوں کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے جو مقامی مسائل کو سمجھ کر حل کر سکیں اور لوگوں کا مرکزی حکومت پر اعتماد بھی قائم رکھ سکیں چنانچہ ان اسباب و وجوہ کی بنا پر مقامی منتظمین کی تقرری ناگزیر ہو جاتی تھی۔ اس تقرری کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی اختیار حاصل ہوتا تھا مگر اس کے باوجود آپ ہمیشہ مختلف قوموں اور قبیلوں کے لوگوں کی خواہشات اور جذبات کا احترام فرمایا کرتے اور انہیں کے پسندیدہ اور سربر آوردہ لوگوں کو حاکم مقرر فرماتے تھے۔

عام طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر علاقہ کے لوگوں میں سے منتظمین کا انتخاب دو بنیادوں پر کیا جاتا تھا ایک یہ کہ وہ انتظام اور انصرام کی صلاحیت سے متصف ہوں اور دوسرے یہ کہ ان کو اسلام کی کافی معلومات اور دین کا تفقہ اور تقویٰ بھی حاصل ہو۔ اس سلسلہ میں صرف ذاتی تقویٰ اور پرہیز گاری واحد معیار نہ تھا جس پر پورا اترنے کے بعد منتظمین کا تقرر عمل میں آتا ہو..... جیسے بعض لوگ آیت شریفہ ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم (سورۃ الحجرات آیت۔ ۱۷) سے استنباط کر کے حکمران کے لئے اہلیت کی شرط صرف تقویٰ اور پرہیز گاری کو قرار دیتے ہیں اور دوسری مقدم شرائط کو نظر انداز کر دیتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ انکا اجتھاد سراسر غلط اور تاویل باطل ہے اور تفسیر بالرائے کا شاہکار ہے۔

نقیب کا عہدہ

نقیب (نگران قبیلہ یا قوم) کا ادارہ بہت قدیم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہود کے بارہ قبائل کے ان ہی میں سے بارہ نقیب مقرر فرمائے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بارہ الگ الگ پانی کے چشمے جاری فرما دیئے تھے تاکہ وہ لوگ اس سے اپنی پانی کی ضروریات پوری کر سکیں ۔ بارہ قبیلوں کے لئے الگ الگ بارہ چشموں کا ہونا بھی ایک بڑی حکمت کے تحت تھا تاکہ وہ قبائل ایک دوسرے پر زیادتی نہ کر سکیں اگر یہ چشمے بارہ سے کم ہوتے تو ان میں ضرور ضرور پانی کی تقسیم پر اختلافات پیدا ہوتے اور انہیں ایک دوسرے کے خلاف شکایات ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان قبائل کو باہمی چپقلش سے بچانے کے لئے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔

اسلام میں بھی ہمیں "نقیب" کا تصور واضح طور پر ملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت عقبہ کے وقت مدنی مسلمانوں سے فرمایا تھا کہ "میرے پاس اپنے بارہ سرداروں کو لاؤ جو اپنے لوگوں یا قوم کے کفیل اور ذمہ دار ہو سکیں" ۔ اس حکم کے مطابق انصار نے اپنے قبائل سے خود اپنے سرداروں کو منتخب کیا یعنی ۹ خزرج قبیلہ سے اور ۳ اوس قبیلہ سے کل ۱۲ نقیب منتخب کر کے آپ کے سامنے پیش کئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اپنی طرف سے انصار مدینہ پر حکمران کی حیثیت سے مقرر فرما دیا۔

اس واقعہ سے چند قانونی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ اسلامی ریاست میں مختلف قوموں اور قبائل کے نمائندے شریک حکومت ہوتے ہیں۔

۲۔ ان نمائندوں کا تقرر ان علاقوں کے لوگوں ہی میں سے ہوتا ہے۔

۳۔ ان نمائندوں کا انتخاب اسی علاقہ کے لوگوں سے کرایا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔

مدینہ کے ان نقبا کے انتخاب کے بعد جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"تم اپنے اپنے لوگوں کے اس طرح ذمہ دار (کفیل) ہو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ان کے سامنے جواب دہ تھے' جبکہ میں اپنی قوم کے لئے ذمہ دار ہوں" نقوش جلد ۵ ص ۶۲۸ (رسول نمبر)

بلاذری کا بیان ہے کہ اس انتخاب اور توثیق انتخاب کے بعد تمام نقبا نے یکے بعد دیگرے کھڑے ہو کر بعد حمد و ثنا رب جلیل' اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے معاہدہ و عہد کے ایفا کا حلف اٹھایا گیا۔ بحوالہ ایضاً

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ نقیب کا مقام و مرتبہ مدینہ کی شہری ریاست کے سربر آوردہ ترین اشخاص اور مقامی منتظمین کے مقام و مرتبہ کا حامل تھا۔ یہ ادارہ تا اواخر عہد نبویؐ کام کر رہا اور اس کے نمائندے اپنے اپنے فرائض برابر انجام دیتے رہے۔

حضرت عمرؓ کے دور میں حکمت عملی

حضرت عمرؓ کے دور میں بھی اس حکمت عملی پر عمل رہا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جاری رہی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی اس حکمت پر عمل پیرا رہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے جانشیں شاگرد رشید حضرت امام ابو یوسفؒ تحریر فرماتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كتب عمر بن الخطاب الىٰ اهل الكوفه يبعثوا اليه رجلاً من اخيرهم و اصلحهم و الىٰ اهل البصره كذالك والىٰ اهل الشام كذالك

حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے اہل کوفہ کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنے بہترین اور موزوں ترین افراد میں سے کسی کو آپ کے پاس بھیج دیں۔ آپ نے بصرہ اور شام کے لوگوں کو بھی یہی لکھ بھیجا۔ راوی کہتا

قال فبعث اليه اهل الكوفه عثمان بن فرقد و بعث اليه اهل الشام معن بن يزيد و بعث اليه اهل البصره الحجاج بن علاط كلهم سلمون قال فاستعمل كل واحد منهم على خراج ارضه (كتاب الخراج ص۔ ۱۲۲)

ہے کہ اہل کوفہ نے آپ کے پاس عثمانؓ بن فرقد کو اہل شام نے معن بن یزید کو' اور اہل بصرہ نے حجاج بن علاط کو بھیجا ان تینوں کا تعلق قبیلہ سلم سے تھا۔ (راوی) نے کہا کہ ان میں سے ہر ایک کو آپ نے اس علاقہ کے خراج کی وصولی پر مقرر فرما دیا۔

خلافت راشدہ میں دیوان الخراج سب سے بڑا اور اہم محکمہ ہوا کرتا تھا اور اسلامی ریاست کی آمدنی کا ایک بہت بڑا حصہ خراج سے حاصل ہوتا تھا۔ موجودہ دور میں محکمہ مال (REVENUE DEPARTMENT) کی اہمیت سے کسے انکار ہے' حضرت عمرؓ کے دور میں اس محکمہ کے کارندے مقامی لوگوں ہی میں سے مقرر کئے جاتے تھے' والی (گورنر) صوبہ کے بعد اس محکمہ کے مناصب' اہم ہوتے تھے یہ سب مناصب بھی مقامی لوگوں کو دیئے جاتے تھے۔

جہاں تک صوبائی حاکم اور والی (گورنر) کے عہدے کا تعلق ہے' چونکہ یہ عہدہ نہایت اہم ہوتا تھا' جس کے لئے صلاحیت' علم دین علم حرب اور تقویٰ کا ہونا ضروری تھا تاکہ وہ صوبہ کا انتظام پوری طرح سے چلا سکے' اس لئے بعض مقامات پر اس عہدہ کے لئے مدینہ منورہ سے صاحب صلاحیت حضرات بھی روانہ کئے جاتے تھے' مگر یہ قاعدہ کلیہ نہ تھا کیونکہ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ اکثر علاقوں (صوبوں) پر وہاں کے اصلی باشندوں سے ہی والیان اور صاحب امر لوگوں کو اپنے عہدوں پر برقرار رکھا گیا'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وہ لوگ اس عہدہ کے لئے موزوں اور صلاحیت رکھنے والے ہوتے تھے' اس لئے خواہ مخواہ انہیں اپنے عہدوں سے ہٹا کر اہل مدینہ میں سے کسی کو حاکم بنا کر نہیں بھیجا گیا جیسا کہ الوثائق السیاسیہ' مدارج النبوت اور بلاغ مبین کے حوالہ جات سے ثابت ہو چکا ہے۔

حضرت عمرؓ کے اس حکم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان عاملین کے تقرری کے احکامات باوجود اس کے کہ وہ سب مرکزی حکومت کی طرف سے جاری ہوتے تھے۔ مگر ان کی تقرری سے پہلے اسی علاقہ کے مقامی لوگوں کی رائے ان کے بارے میں معلوم کی جاتی تھی۔ اور ان لوگوں ہی کی تائید سے' انہی مقامی لوگوں ہی میں سے ذمہ دار لوگ منتخب کر کے عہدوں پر مقرر کئے جاتے تھے۔ مرکز کا کام ان مقامی لوگوں کے فیصلہ کی توثیق کرنا ہوتا تھا۔

بعض اوقات یہ اختیار والیان صوبہ جات کو بھی حاصل ہوتا تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں حضرت عمیر بن سعد' حمص کے صوبہ کے گورنر تھے جب حضرت عمر نے انہیں وہاں کے حالات کی رپورٹ دینے کے لئے بلایا وہ تو مدینہ منورہ تشریف لائے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عمیرؓ کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ ملاحظہ فرمایئے:

> "حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہیں کہاں اور کس لئے بھیجا تھا' انہوں نے جواب دیا کہ مجھے آپ نے جہاں بھیجا تھا میں وہاں (حمص) گیا۔ وہاں کے اچھے لوگوں کو میں نے جمع کیا اور ان کو محاصل کی وصولی کے لئے مقرر کیا جو کچھ انہوں نے وصول کیا میں نے وہ سب ان ہی لوگوں کے مصارف میں صرف کر دیا۔ اگر آپ مستحق ہوتے تو آپ کو بھی بھیج دیتا"۔
> حضرت فاروق اعظمؓ حضرت عمیرؓ کے جواب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ عمیرؓ کو پھر اسی عہدہ پر مامور کیا جائے۔ مگر عمیرؓ نے انکار کر دیا"۔
> مقدمہ سیاست شرعیہ (ابن تیمیہؒ)
> ص۔ ۵۷۔ ۵۸۔ از مولانا محمد اسماعیل گودھروی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معتمد خاص مولانا ابوالکلام آزادؒ

حضرت عمرؓ کے دور کا ایک اہم واقعہ

حضرت عمرؓ کے دور میں ایک اہم واقعہ رونما ہوا جس کے مطابق ایک علاقہ کے لوگوں نے اپنے علاقہ پر مقرر حکمراں کی معزولی کا مطالبہ اس بنیاد پر کیا کہ وہ ان کی قوم میں سے نہیں ہے۔ ان کے مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اس حاکم کو وہاں سے ہٹا دیا۔

اس واقعہ کی تفصیلات مختصراً درج ذیل ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں عرفجہ بن ھرثمہ کو بجیلہ قبیلہ پر حاکم مقرر فرمایا۔ اس پر بجیلہ قبیلہ والے لوگ راضی نہ ہوئے اور سب جمع ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی۔

اعفنا عن عرفجة فقال (عمر) لا اعفیکم من اقدمکم هجرة واسلاماً و اعظمکم بلاء واحساناً قالوا استعمل علینا نزیعاً فینا فارسل عمرالی عرفجة فقال ان هولاء استعفونی منک وزعموانک لست منهم فما عندک؟ قال صدقوا ومایسرنی انی منهم انا امرؤ من الازد فقال عمر لابضرک فاعتزلهم اذکرهوک ثم امره علی الازد۔

(تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۶۲ تا ص ۲۶۳)

ہمیں عرفجہ کے بارے میں معاف کیجئے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ جو آپ سے ہجرت اور اسلام میں مقدم اور آزمائش اور احسان میں بہتر ہو اس کو میں آپ سے ہٹا نہیں سکتا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم پر ہم میں سے ہی کوئی آدمی حاکم مقرر فرما دیجئے اور ہم پر اجنبی کو حاکم مقرر نہ فرمایئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرفجہ کو بلایا اور اس سے کہا کہ یہ لوگ تیرے بارے میں مجھ سے رستگاری کے طالب ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے نہیں ہیں۔ اس بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا یہ لوگ سچ کہتے ہیں یہ مرے لئے خوشی کی بات نہیں کہ میں ان میں سے ہو جاؤں۔ میں تو قبیلہ [redacted] سے ہوں جو ازدی ہیں حضرت عمر نے فرمایا تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی کہ تو ان کو چھوڑ دے جبکہ وہ تجھے نہیں چاہتے۔ پھر اسے ازدیوں پر حاکم مقرر فرمایا۔

بہت اچھا ہوا کہ اس طرح کا واقعہ حضرت عمرؓ جیسے عادل حکمراں کے دور میں پیش آیا' اگر آج کل کے دور میں کسی علاقہ کے لوگ اپنے ملک کی مرکزی حکومت سے اس طرح کا کوئی مطالبہ کر دیتے تو نہ جانے ان کے خلاف کتنے الزامات عائد ہو جاتے اور اس طرح کے مطالبہ کو ریاست سے بغاوت کے مترادف قرار دے کر ان لوگوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا جاتا اور اس طرح کے مطالبہ کو غیر اسلامی عصبیت قرار دے کر ان کو اسلام کے دائرے سے بھی نکالنے کا انتظام کیا جاتا۔

مگر حضرت عمرؓ جو نہایت عادل اور زیرک سیاست داں بھی تھے وہ حقیقت کو بھانپ گئے۔ پہلے اس قبیلہ کے لوگوں کو عرفجہ کی فضیلت کا قائل کرنا چاہا مگر جب دیکھا کہ وہ لوگ اپنے ہی قبیلہ میں سے حاکم مقرر کرنے کے مطالبہ پر مصر ہیں (حالانکہ انہوں نے عرفجہ کی فضیلت کا انکار بھی نہ کیا بلکہ صرف اسے اجنبی اور دوسرے علاقہ اور قبیلے سے متعلق قرار دے کر اس سے رہائی مانگی) تو حضرت عمرؓ نے ان کا اعتراض معقول جان کر عرفجہ کو وہاں سے ہٹا دیا۔ اور اسے اپنے ہی قبیلہ پر حاکم مقرر فرما دیا۔ اور ایسا مطالبہ کرنے والے لوگوں پر ناراض بھی نہیں ہوئے اور نہ بعد میں ان لوگوں پر کوئی عتاب فرمایا۔ یہی وہ عظیم الشان حکمت عملی تھی جس کو سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وسلم نے اپنایا اور بعد میں حضرات خلفائے راشدین بھی اس پر عمل پیرا رہے۔ جب تک مسلمان اس حکمت عملی پر کار بند رہے اس وقت تک اسلامی ریاست میں کوئی اختلاف وانتشار اور علیحدگی کی کوئی تحریک پیدا نہ ہو سکی۔ مگر بعد میں جب حکمرانی کا معیار صرف "عربیت" بن گئی اور ہر طرف صرف عربوں ہی کو مسلط کیا جاتا رہا تو عجم کے لوگوں میں فطری پالیسی سے سخت اختلاف کا مظاہرہ ہوا۔ مختلف علاقوں اور قوموں کے لوگ ان اجنبی لوگوں سے مطمئن نہ ہو سکے جو صرف عربی ہونے کی بنیاد پر امیر حاکم مقرر کئے جاتے تھے حالانکہ وہ دوسری ان تمام خصوصیات سے مبرا ہوتے تھے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین کے ادوار میں حکام میں پائی جاتی تھیں وہ لوگ ان کے بالکل اجنبی تھے اس لئے وہ ان کو برداشت نہ کر سکے۔ اس کا رد عمل یہ ہوا کہ شعوبیت (NATIONALISM) کی تحریک کی ابتدا ہوئی 'عربی اور عجمی کے درمیان سخت عصبیت کا دور شروع ہو گیا پھر عجمیوں کو عربوں پر فضیلت دینے کا دعویٰ کیا گیا حتیٰ کہ خانوادہ پیغمبر (قریش) پر بھی طعن کیا گیا۔ پھر یہ تحریک الحاد اور باطنیت کا رنگ اختیار کر گئی اور اسلام کے اتحاد اور خلافت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے سازشیں ہونی شروع ہو گئیں جس کی آخری کڑی خلافت اسلامیہ کا سقوط ہے۔

یہاں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے کہ ان عرب حکمرانوں نے عجم میں کیا گل کھلائے جس کا نتیجہ زوال امت مسلمہ تک پہنچ گیا؟ اس کے بعض اجزاء یہ ہیں۔

۱۔ انہوں نے خلافت کے بجائے بادشاہت کا نظام برپا کیا اور شخصی حکومت کی بنیاد رکھ دی۔

۲۔ عجمی نو مسلموں سے باوجود اسلام کا اقرار کرنے کے جزیہ وصول کرنے کا حکم دیا گیا۔

۳۔ عجم کے خزانے وہاں کے لوگوں پر خرچ کرنے کے بجائے اپنی مرضی سے دمشق میں خرچ کئے گئے۔

۴۔ عجم کے لوگوں کو سرکاری عہدوں سے محروم کر دیا گیا اور ہر جگہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عرب حکمران مقرر کئے گئے۔

۵۔ حدود اللہ اور اسلامی شریعت کے اصولوں کو پامال کیا گیا' قانون صرف دوسروں کے لئے بنایا جاتا تھا۔

ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عجم کے لوگوں میں سیاسی محرومی اور معاشی بدحالی کا شدید احساس بیدار ہونا شروع ہوا۔ ملحد اور اسلام دشمن لوگوں نے عجمیوں کے ان احساسات کا فائدہ اٹھا کر ان کو اسلام اور اہل اسلام سے بدظن کرنے کے لئے مختلف قسم کی تحریکیں برپا کر دیں مسلمان حکمرانوں کی غلطیوں کو خوب اچھالا گیا تاکہ امت مسلمہ میں اختلاف' افتراق اور انتشار پیدا کر دیا جائے اور بالآخر بات اسلام سے نفرت تک پہنچادی۔

یہ وہ حالات ہیں جن میں اس امت کے عظیم مصلح حضرت امام ابن تیمیہ ؒ پیدا ہوئے انہوں نے اپنی آنکھوں سے عصبیت جاہلیہ کا مشاہدہ کیا اور زوال امت بچشم خود ملاحظہ کیا۔

وہ جب ان حالات میں شرعی سیاست پر کتاب تحریر فرماتے ہیں تو اس میں مسلمان حکام کے اوصاف اور شرائط پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اجتماع القوة و الامانة في الناس قليل لهذا كان عمر بن الخطاب يقول اللهم اشكو اليك جلد الفاجر و عجز الثقه فالواجب في كل ولاية الا صلح بحسبها. فاذا تعين رجلان احدهما اعظم امانة والآخر اعظم قوة قدم انفعهما لتلك الولاية و اقلهما ضرراً فيها.

(السياسة الشرعية ابن تيميه ص ۱۰۰)

قوت اور امانت دونوں کسی ایک آدمی میں جمع ہوں ایسے لوگ آج بہت کم ہیں اور اسی بنا پر حضرت عمر بن خطاب کہا کرتے تھے اے اللہ میں تیری جناب میں فاجر کی سختی اور ثقہ کی عاجزی کا شکوہ کرتا ہوں۔

پس ہر ولایت' ہر اقلیم' ہر ملک کے لئے باعتبار اس کی مرزبوم کے اصلح تلاش کرنا چاہئے۔ جب کسی اقلیم' کسی ملک لئے امام' والی اور حاکم مقرر کرنا چاہتا ہے تو ایسے دو آدمی ملتے ہیں ایک امانتدار ہے دوسرا طاقتور۔ امام کا فرض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس اقلیم و ملک اور ولایت کے
لئے اسے مقدم رکھے جو اس اقلیم و
ملک اور ولایت کے لئے زیادہ مفید اور
زیادہ سے زیادہ نفع پہنچانے اور ضرر و
نقصان اس سے کم سے کم ہو۔ "
ترجمہ از مولانا محمد اسمٰعیل گودھروی
(معتمد خاص حضرت مولانا ابو الکلام

آج کل ایک اسلامی ریاست آزاد میں بسنے والے مختلف علاقوں (صوبوں) کے لوگ ریاست کے دوسرے علاقوں (صوبوں) کے معاشی وسائل سے فائدہ اٹھانے اور سرکاری ملازمتوں کے لئے وہاں پہنچ جاتے ہیں اور مقامی لوگوں کی رضامندی اور ان کی ضروریات کا لحاظ نہ کرتے ہوئے ملازمت کے ذریعہ اپنے لئے زیادہ سے زیادہ معاشی فوائد سمیٹنے کی کوشش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ان کی یہ بات اسلامی معاشی حکمت عملی کے سخت خلاف اور عصبیت پیدا کرنے والی ہے اس لئے ریاست کو ایسی باتوں کا سدباب کرنا ضروری ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زرعی اراضی کے بارے میں اسلامی ریاست کی حکمت عملی

اس سے پیشتر کہ ہم زرعی اراضی کے ـــــ اسلامی ریاست کے مختلف علاقوں کے اصلی باشندوں کے حقوق کے بارے میں اسلامی احکامات اور نظائر کا مطالعہ کریں' یہ نہایت ضروری ہے کہ اسلام سے قبل دنیا کی دو بڑی سلطنتوں ایران اور روم کے نظام اراضی کا مختصر جائزہ لیں تاکہ اس تقابلی مطالعے سے ہمیں اسلامی ریاست کی زرعی پالیسی کا بخوبی علم ہو جائے نیز ایک ظالمانہ نظام کے مقابلہ میں ایک عادلانہ نظام کا فرق واضح ہو جائے۔

حضرت علامہ شبلی نعمانی اسلام سے پیشتر نظاموں کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

"رومیوں نے جب شام اور مصر پر قبضہ کیا تو تمام اراضیات اصلی باشندوں سے چھین کر کچھ افسران فوج اور کچھ اراکین دربار کو دے دیں' کچھ شاہی جاگیریں قرار پائیں' کچھ کلیسا اور چرچ پر وقف کر دی گئیں۔ اصلی باشندوں کے ہاتھ میں ایک چپہ زمین بھی نہیں رہی۔ وہ صرف کاشتکاری کا حق رکھتے تھے۔ اگر مالک زمین ان کی کاشتکاری کی زمین کو کسی کے ہاتھ منتقل کرتا تھا تو زمین کے ساتھ کاشتکار بھی منتقل ہو جاتے تھے ..... یہ طریقہ کچھ رومی سلطنت کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے تمام دنیا میں قریب قریب یہی طریقہ جاری تھا کہ زمین کا بہت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بڑا حصہ افسران فوج یا ارکان دولت کی جاگیر میں دے دیا جاتا تھا۔"

الفاروق ص ۲۸۹

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ ایران کے کسانوں کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"نت نئے ٹیکسوں نے عوام کی کمر توڑ دی تھی۔ بہت سے کسانوں نے کھیتی باڑی چھوڑ دی تھی ان ٹیکسوں سے بچنے اور اس حکومت کی فوجی خدمت کرنے سے نجات حاصل کرنے لئے جس سے ان کو دلی لگاؤ نہ تھا' انہوں نے عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں پناہ لی تھی۔"

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
ص ۸۶

مولانا محمد تقی صاحب امینی قدیم زمیندارانہ اور جاگیردارانہ نظام میں کاشتکاروں کی حالت کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اس کے بعد زمینداری اور جاگیرداری نے یہاں تک ترقی پائی کہ اللہ تعالیٰ کی زمین جو سب میں مشترک تھی اور جس کے مساویانہ حیثیت سے سب (عوام اور خواص) حقدار تھے زمینداروں اور جاگیرداروں کے ایک محدود طبقہ میں سمٹ کر رہ گئی اور کاشتکاروں کا طبقہ جبر و تحکم کے شکنجہ میں جکڑا ہوا ہر قسم کے وحشیانہ مظالم برداشت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے لئے نہ آزاد کاشتکار کے حقوق باقی رہے اور نہ رعایا کے ابتدائی حقوق بلکہ وہ اپنی فطری صلاحیتوں اور طبعی استعدادوں کو چھوڑ کر زرعی غلامی میں تبدیل ہو گیا۔

ان دونوں طبقوں (زمینداروں اور کاشتکاروں) میں پہلے کو ہر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرح سے آزادی حاصل تھی اور دوسرا ہر حیثیت سے غلام و بے بس تھا۔ اس کو زمین چھوڑ کر نہ دوسرا پیشہ اختیار کرنے کی اجازت تھی اور نہ اپنی محنت سے منتفع ہونے کی سکت تھی۔ نہ آقاؤں کی تبدیلی کا اختیار تھا اور نہ اپنے آقا سے سرخروئی کی امید تھی۔"

اسلام کا زرعی نظام ص ۱۱۱

"یہی حال تقریباً تمام رومی اور ایرانی دنیا میں تھا۔ شام کے عیسائی ان کے ہم مذہب ہونے کے باوجود ان کے زرعی غلام بنے ہوئے تھے۔ ان (شامیوں) کی ذات ایک قسم کی جائیداد خیال کی جاتی تھی اور زمین کی منتقلی کے ساتھ ان کی منتقلی بھی لازمی ہوتی تھی۔ یہودیوں کی حالت اس سے زیادہ بدتر تھی کیونکہ وہ غیر قوم تھے۔ مصر میں قبطیوں کا حال اور ایران میں عیسائیوں کا حال نہایت ناگفتہ بہ تھا۔"

اسلام کا زرعی نظام ص ۲۳۲
(بحوالہ کتاب الاموال)

تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو الفاروق مولانا شبلی نعمانی' اسلام کا زرعی نظام مولانا محمد تقی امینی اور انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مندرجہ بالا واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فاتح قوم اپنے مفتوحہ علاقوں میں ان کے اصلی باشندوں کے ساتھ کتنا بڑا ظلم و جبر کرنے کو روا رکھتی تھی مذکورہ بالا حقائق سے ہمیں جن مظالم کا اندازہ ہوتا ہے ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ ..... رومی اور ایرانی سلطنتیں اپنے مفتوحہ علاقوں (ماتحت صوبوں) کی ساری زرعی زمین پر مکمل قبضہ کر لیتی تھیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲ ۔ ..... ان علاقوں کی زرعی زمین ان کے اصلی باشندوں کے حوالہ کرنے کے بجائے فوجیوں اور افسران حکومت میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔

۳ ۔ ..... ان علاقوں کے قدیم باشندے اپنے علاقہ کی زمین سے محروم ہو کر صرف کاشتکار بننے پر مجبور ہو جاتے تھے جن کو کسی بھی قسم کے حقوق حاصل نہیں ہوتے تھے۔

۴ ۔ ..... کاشتکاروں پر بڑے مظالم کئے جاتے تھے۔ ان کی حیثیت غلاموں جیسی بنادی گئی تھی۔

۵ ۔ ..... کاشتکاروں پر بھاری ٹیکس عائد کئے جاتے تھے جن کی ادائیگی سے وہ قاصر ہوتے تھے حتیٰ کہ وہ پیشہ زراعت کو ترک کر کے عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے تھے ۔

اسلامی فتوحات کے بعد ان علاقوں میں زرعی اصلاحات کی گئیں جن کے ذریعہ ان تمام سابقہ خرابیوں کا ازالہ کر دیا گیا اور آئندہ کے لئے بھی ان کا سدباب کرنے کے انتظامات کر دیئے گئے۔

ان اصلاحات کا ذکر کرنے سے پیشتر ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی ریاست کے مفتوحہ یا ماتحت علاقوں (صوبوں) کی زرعی زمین کتنے اقسام پر مشتمل تھی۔ تاریخ اسلام اور فقہ اسلامی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مندرجہ ذیل ۶ اقسام کی زرعی اراضی پائی جاتی تھی۔

۱ ۔ ..... مفتوحہ علاقوں کی زرعی اراضی۔ (غنیمت)

۲ ۔ ..... بغیر جنگ کے مفتوحہ علاقوں کی زرعی اراضی۔ (فے)

۳ ۔ ..... معاہدین کے علاقوں کی زرعی اراضی۔

۴ ۔ ..... مسلمانوں کے علاقوں کی زرعی اراضی۔

۵ ۔ ..... غیر آباد (افتادہ و بنجر) اراضی۔

۶ ۔ ..... قدرتی پیداوار والی اراضی۔

ان مندرجہ بالا چھ اقسام میں سے صرف آخری قسم یعنی قدرتی پیداوار والی اراضی جن میں چراگاہیں، جنگلات اور کانیں واقع ہوتی تھیں وہ اسلامی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ریاست کے حوالہ رہتی تھیں۔ ان کی حیثیت قومی ملکیت کی سی ہوتی تھی۔

ان کو مفاد عامہ کے پیش نظر شخصی ملکیت میں نہیں دیا گیا تاکہ سب لوگ ان سے استفادہ کر سکیں۔ لیکن اس کا انتظام و انصرام ریاست کے ذمہ ہوتا تھا۔ تفصیلی احکامات کتب فقہ میں مذکور ہیں۔اس کے علاوہ مذکورہ بقیہ ۵اقسام پر مشتمل اراضی ان علاقوں کے اصلی (قدیم) باشندوں کے حوالہ کر دی جاتی تھی۔البتہ چند واقعات اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نظر آتے ہیں۔ جن کے مطابق مفتوحہ علاقوں کی وہ زرعی زمین جن کے مالکان اسلامی فوج سے مقابلہ کرنے اور شکست کھانے کے بعد ملک چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے ان کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی جاتی تھی مگر یاد رہے کہ اس وقت تک مجاہدین کو کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا اس طرح خالصہ اراضی میں سے افتادہ اور بنجر زمین میں سے کچھ قطعات صرف آباد کرنے کے لئے لوگوں کو دیئے جاتے تھے ان میں مدنی لوگوں (مقامی اصحاب کرام) کے ساتھ مکی لوگوں (مہاجرین) کو قطعات دیئے جاتے تھے۔ مگر یہ قطعات آباد نہ کرنے کی صورت میں واپس لئے جاسکتے تھے۔

ان مستثنیات کے علاوہ باقی ساری زمین اسی علاقہ کے اصلی (قدیم) باشندوں کو دی جاتی تھی۔ لیکن دور نبوت کے بعد خلافت راشدہ کے دوران ہی یہ دونوں استثنائی طریقے ختم کر دیئے گئے اور فوجیوں کو جب وہ خود کفیل ہو گئے یا ان کے لئے گزارہ الاؤنس مقرر کیا گیا تو مال غنیمت میں سے ان کو زرعی اراضی دینے کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ اسی طرح خلافت راشدہ کے دور میں قطائع دینے کا طریقہ بھی بند کر دیا گیا اور اسی طرح سے دیئے گئے قطعات اراضی آباد نہیں ہو رہے تھے وہ بھی لوگوں سے واپس لے لئے گئے. اس طرح مختلف علاقوں کی زرعی اراضی کے حقیقی وارث اسی علاقہ کے قدیم اور اصلی باشندے ہی رہ گئے۔

۱۔ مفتوحہ اراضی کے بارے میں احکامات

مفتوحہ اراضی اس کو کہا جاتا تھا جو کسی جنگ کے نتیجہ میں حاصل ہوتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھی جیسے مال غنیمت وغیرہ'

مولانا محمد تقی امینی مفتوحہ اراضی کے بارے میں شرعی احکامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الغرض اسلامی نظریہ کے مطابق مفتوحہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملک قرار دی جاتی تھی یہ نہ تو کسی خاص انسان کی ملک ہوتی تھی اور نہ ہی کسی خاص جماعت کی۔ اور خلیفہ "امین اللہ" ہونے کی حیثیت سے عام مفاد کے پیش نظر مندرجہ لوگوں میں تقسیم کرتا تھا

۱۔ غازیوں میں

۲۔ اصلی باشندوں میں

چونکہ حفاظت ملک وقوم فوجیوں کے سپرد ہوتی ہے اور ابتدا میں فوجیوں کی تنخواہیں اور بھتوں وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا' اس لئے ان کی خدمات کے عوض، مفتوحہ زمینوں کا کچھ حصہ ان کے حوالے کر دیا گیا تھا تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنی معاش کے خود کفیل ہوں اور بقیہ زمین بالعموم اصل باشندوں ہی کے پاس رہنے دی جاتی تھی۔

لیکن فوجیوں کے خود کفیل ہوجانے کے بعد اس حیثیت سے زمین دینے کا سلسلہ ختم ہوگیا' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے کچھ حصہ کے علاوہ جس کو اہل خیبر چھوڑ کر چلے گئے تھے' تقریباً تمام مفتوحہ زمینیں اصل باشندوں کے پاس رہنے دی تھیں۔ اور بعد میں بھی تمام مفتوحہ زمینیں اصل باشندوں کے پاس رہنے دی گئی تھیں اور فوجیوں کو کسی میں سے کچھ نہیں دیا گیا تھا" اسلام کا زرعی نظام صفحہ ۲۱

۲۔ بغیر جنگ کے ہاتھ آنے والی زرعی اراضی (فے) کے احکام چونکہ نیت سے مختلف ہیں اس لئے فے کی زمین میں سے مجاہدین کو کچھ دینا بند کر دیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گیا۔

مولانا امینی تحریر فرماتے ہیں:

"اس سلسلہ میں یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ فوجیوں کو اسی زمین سے حصہ دیا جاتا تھا جو جنگ کے بعد فتح ہوتی تھیں جس کو غنیمت کہتے ہیں اور جو زمین بغیر جنگ کئے فتح ہو جاتی جسے "فے" کہتے ہیں وہ پوری زمین بالعموم اصل باشندوں کے پاس رہنے دی جاتی تھی۔" ایضاً۔ صفحہ ۲۱

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں جب عراق شام اور مصر کے رومی صوبے فتح کئے تو اس وقت پہلی بار "فے" کے ذریعہ حاصل ہونے والی زرعی اراضی کو مجاہدین میں تقسیم نہ کرنے کا فیصلہ فرمایا' اس بات پر اس وقت موجود اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور حضرت عمرؓ کے درمیان اس مسئلہ پر وقتی طور پر اختلاف بھی ہوا۔ بہرحال مجلس شوریٰ نے حضرت عمرؓ کے اقدام کی توثیق کر دی۔

یہ واقعہ مختلف کتب میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہوا ہے یہاں پر طوالت سے بچنے کے لئے مختصراً ذکر کر دیا گیا جو حضرات اس پورے کیس کا مطالعہ کرنا چاہیں وہ مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

۱۔ کتاب الاموال۔ امام ابو عبیدؒ
۲۔ کتاب الخراج۔ امام ابو یوسفؒ
۳۔ کتاب الخراج۔ یحییٰ بن آدمؒ
۴۔ صحیح بخاری شریف۔ امام بخاریؒ۔

مولانا شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کے اس اقدام کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت عمرؓ نے ملک (شام) پر قبضہ کرنے کے ساتھ اس ظالمانہ قانون کو مٹا دیا۔ رومی تو اکثر ملک کے مفتوح ہوتے ہی نکل گئے اور جو رہ گئے ان کے قبضہ سے بھی زمین نکال لی گئی۔ حضرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمرؓ نے ان تمام اراضیات کو جو شاہی جاگیر تھیں یا جن پر رومی افسر قابض تھے' باشندگان ملک کے حوالہ کر دیں اور بجائے اس کے وہ مسلمان افسروں یا فوجی سرداروں کو عنایت کی جائیں یہ قاعدہ بنایا کہ مسلمان کسی حالت میں بھی ان زمینوں پر قابض نہیں ہوسکتے' یعنی اگر مالکان اراضی کو قیمت دے کر خریدنا چاہیں تو بھی خرید نہیں سکتے۔"

الفاروق صفحہ ۲۸۸ - ۲۸۹

اس پالیسی پر خلافت راشدہ' خلافت بنوامیہ اور خلافت بنوعباس کے دور تک عمل ہوتا رہا۔ حضرت امام مالکؒ کے زمانہ میں جب زمین خریدنے کی شکایت ہوئی تو انہوں نے ایسا کام کرنے والے پر سخت اعتراض کیا۔ مقریزی صفحہ ۱۹۵ (الفاروق صفحہ ۲۱۰)

حضرت عمرؓ کے اس حکیمانہ فیصلہ میں جو چند اہم مصالح مضمر تھے وہ یہ ہیں:

۱۔ شام اور مصر کے لوگ جو پہلے ہی رومیوں کے ستائے ہوئے تھے وہ ان پر طرح طرح کے مظالم کرتے رہتے تھے اور یہی حال عراق کے لوگوں کے ساتھ کسریٰ کی جانب سے ہوتا رہتا تھا' حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کا احساس مظلومیت ختم کرنے کے لئے پہلے تو انہیں اس غلامی سے آزادی دلائی اور ساتھ ہی انہیں اپنے علاقہ کی زرعی اراضی عنایات فرمادی۔

۲۔ اگر حجاز کے لوگوں کو ان صوبوں کی زرعی اراضی الاٹ کر دی جاتی تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اجنبی لوگ بڑی تعداد میں ہجرت کر کے ان صوبوں میں آباد ہونا شروع ہوجاتے اور شامی' مصری اور عراقی لوگ ویسے کے ویسے رہ جاتے اور ان کا احساس محرومی ختم ہونے کے بجائے بڑھ جاتا۔

۳۔ ایک فاتح قوم کی حیثیت سے بھی حجازیوں کا رعب اور دبدبہ ان (شامی' مصری' عراقی) لوگوں پر ہوتا اور وہ لوگ پہلے کی طرح کاشتکار بن کر رہنے لگتے تو اس صورت میں ان کا احساس مظلومیت پھر ابھر آتا اور ان میں اسلام اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قائدین ملت سے دوری کا احساس پیدا ہونے لگتا۔

۴۔ اگر ان علاقوں کی زرعی اراضی فوجیوں میں تقسیم کی جاتی تو نتائج اس سے بھی زیادہ سخت ہوتے۔

فوجی لوگ جب زمیندار بن جاتے تو پھر کئی طرح کے مسائل اور شکایات پیدا ہو جاتیں جو مقامی لوگوں کے لئے سخت نفرت کا باعث بن جاتیں اور ان میں جذبہ جہاد کمزور ہونا شروع ہو جاتا۔

۵۔ اس زرعی اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کرنے سے ریاست کو کوئی خاص آمدنی نہیں ہوتی، چونکہ مقامی لوگوں پر اس زمین کا خراج عائد کر دیا گیا تھا اس لئے یہ بیت المال میں آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ بن گیا۔ اس سے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے لئے کفالت کا سامان پیدا ہو گیا۔

۶۔ مسلمانوں کو خراجی زمین الاٹ کر کے اس پر خراج وصول کرنا مسلمانوں کے لئے عار قرار دیا گیا اس لئے ان علاقوں کی زمین عام مسلمانوں میں تقسیم نہیں کی گئی۔

۷۔ قرآن مجید میں آیات "فے" (سورہ حشر آیات ۷ تا ۱۰) میں آنے والے مسلمانوں کے لئے اسباب زیست فراہم کرنا ایک ضروری امر تھا جس کو اس فیصلہ کے ذریعہ پورا کیا گیا۔

وادی القریٰ کی زمین

مولانا تقی امینی صاحب وادی القریٰ کی زمین کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"وادی القریٰ شام اور مدینہ کے درمیان خیبر کے راستہ پر یہودیوں کی آبادی تھی..... وادی القریٰ فتح ہونے کے بعد اراضی و نخلستان وغیرہ اصل باشندوں کے پاس رہنے دیئے گئے اور ویسا ہی معاملہ کیا گیا جو خیبر والوں کے ساتھ مذکور ہو چکا ہے۔"

زرعی نظام صفحہ ۳۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی زمین مسلمانوں میں تقسیم فرمادی تھی کیونکہ یہ لوگ زمین وجائداد چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اسی طرح بنو قریظہ کی پوری زمین ان کی طرف سے عہد شکنی کی سزا کے طور پر حضرت سعدؓ کے فیصلہ کے مطابق تقسیم کر دی گئی یہ دو فیصلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی حالات کے تحت فرمائے۔

مکہ شریف کی زمین

مکہ معظمہ جو بغیر جنگ کے فتح ہوا تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف کی زرعی اراضی اصل باشندوں کے پاس رہنے دی' اسے تقسیم نہ فرمایا حتیٰ کہ مہاجرین کو اپنی آبائی جائداد واپس کرنے کی درخواست نامنظور فرمادی۔

حضرت مولانا محمد تقی امینی صاحب مکہ معظمہ کی زمین کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"مکہ فتح ہونے کے بعد حسب قانون خلافت تمام زمینیں اللہ تعالیٰ کی ملک قرار دی گئیں اور خلافت کے انتظام میں آکر اصل باشندوں کے پاس رہنے دی گئی تھیں۔ حتیٰ کہ مسلمان مہاجرین جو مکہ سے اجڑ کر مدینہ گئے تھے اور ان کی زمین جائداد پر اہل مکہ نے قبضہ کر لیا تھا' فتح (مکہ) ہونے کے بعد جب ان لوگوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زمین جائداد واپس دلانے کی درخواست کی تو آپ نے اس کو بھی غالباً اس خیال سے نامنظور فرمادیا کہ جن چیزوں کو تم اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ چکے ہو اب ان کی واپسی کا کیوں مطالبہ کرتے ہو؟"

زرعی نظام صفحہ ۳۶

(بحوالہ زاد المعاد ج ا صفحہ ۴۲۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سندھ کی مفتوحہ اراضی

مفتی محمد شفیع صاحبؒ صدر دارالعلوم کراچی اراضی سندھ کے بارے میں اپنی تحقیقات قلمبند کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"مذکورالصدر تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ملک سندھ پر اسلامی قبضہ ہونے کے بعد اس کی زمینیں عموماً دو قسم پر منقسم ہو گئیں۔

۱۔ جو لوگ مسلمان ہو گئے ان کی زمینیں بدستور ان کی ملک میں رہیں۔ ان پر زکوٰۃ زمین یعنی عشر لازم کیا گیا۔

۲۔ جو مسلمان نہیں ہوئے مگر صلحًا یا عنوۃ مطیع ہو گئے ان کی بھی زمینیں ان کی ملک سے نہیں نکالی گئیں نہ غانمین میں تقسیم کی گئیں بلکہ اراضی شام و عراق اور مصر میں جو فاروق اعظمؓ کا عمل تھا اس کے مطابق رقبہ زمین پر مالکان اراضی کی ملکیت بدستور قائم رکھ کر ان کا خراج عام مسلمانوں کے لئے وقف دائمی کر دیا۔

۳۔ عربی اور شامی سرداروں کو جو جاگیریں دی گئیں یا تو وہ رقبہ زمین کی قسم سے نہ تھیں بلکہ سرکاری مالگزاری کی صورت سے تھیں یا وہ زمین ان کو جاگیر میں دی گئی جو راجاؤں کی شاہی زمینیں تھیں اور جن پر اب مسلمانوں نے قبضہ کیا اور یا غیر مملوک زمینیں۔ بہرحال یہ عربی اور شامی لوگ بھی جن کو کوئی زمین دے دی گئی وہ اس کے مالک ہو گئے (نوٹ بعد میں یہ عربی و شامی سرداران اور فوجی کہیں سے کہیں منتقل ہوتے گئے اور اپنی جاگیریں چھوڑ گئے اور پھر اس طرح وہ زمینیں بھی سندھ کے اصلی باشندوں کے قبضہ میں آ گئیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس زمین کے مالک نہیں بنائے گئے تھے بلکہ عارضی طور پر انہیں یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زمینیں دی گئی تھیں تاکہ وہ اپنا گزارہ کر سکیں اس لئے وہ منتقل ہوتے وقت وہ اراضی فروخت بھی نہیں کر سکے۔ مولف)

الحاصل سندھ کی کل زمینیں باشندگان ملک کی انفرادی ملکیت میں رہیں حکومت کے زیر تصرف بجز ان شاہی مقبوضات کے اور کوئی زمین نہیں رہی جو راجاؤں کی املاک خاصہ سے لی گئیں یا غیر آباد زمینیں جن کے مالک لاوارث ہو گئے یا لاپتہ ہو گئے۔ جن کو اصطلاح فقہا میں "اراضی حوز یا اراضی سلطانیہ یا اراضی بیت المال کہا جاتا ہے اور جن لوگوں کو جاگیر میں کوئی زمین دی گئی وہ انہی زمینوں سے دی گئی" اسلام کا نظام اراضی صفحہ ۲۲۸

اراضی خالصہ یا اراضی حوز یا اراضی سلطانیہ یا اراضی بیت المال وغیرہ کے سلسلہ میں تفصیلی احکام آگے آرہے ہیں ان زمینوں سے جو جاگیریں کچھ لوگوں کو دی گئی تھیں ان کے بارے میں بھی تفصیل سے ذکر ہو گا اس جاگیر کی حیثیت کیا تھی؟ اور اگر زراعت کے مقصد کے لئے یہ زمینیں کسی کو دی گئیں تو اس سلسلہ میں ترجیح کن لوگوں کو دی گئی؟

اس سے پیشتر یہ بات نہایت واضح طور پر صاف اور ثابت ہو گئی ہے کہ زرعی اراضی جو کہ مفتوحہ (غنیمت) تھی یا بغیر جنگ کے حاصل شدہ (فے) تھی وہ سب اس ملک کے باشندگان کو ہی دی جاتی رہی ہے جیسے عراق، شام، مصر اور سندھ کے واقعات سے معلوم ہوا.....

۳۔ معاہدین کے علاقوں کی زرعی اراضی

زرعی اراضی کی تیسری قسم وہ ہے جو معاہدین کے علاقوں میں پائی جاتی تھی، یہ زمین بھی ان علاقوں کے اصلی باشندوں کے پاس رہنے دی گئی۔ مولانا محمد تقی امینی تحریر فرماتے ہیں:

"زمانہ خلافت میں جس زمین (علاقہ) کے باشندے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی رحمت دیکھ کر معاہدے کے لئے ہاتھ بڑھاتے تو اسلام ان کو اپنے دامن رحمت میں چھپالیتا تھا اس سلسلہ میں قرآن کریم کی یہ آیت ہے"۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها و توکل علی الله

(۸۔ ۶۳) "اگر یہ لوگ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جائیں اور خدا پر بھروسہ کیجئے"۔

معاہدہ ہو جانے کے بعد ان کی زمینیں تجارت، صنعت وحرفت غرض ہر چیز بدستور بحال رکھی جاتی تھی۔ معاہدین کی کسی چیز سے تعرض کرنا یا معاہدہ کے وقت باہمی رضامندی سے جو کچھ طے ہو جاتا اسکی خلاف ورزی کرنا یا کسی چیز کا طالب ہونا کسی صورت میں بھی جائز نہ سمجھا جاتا تھا"

زرعی نظام صفحہ ۱۶۳

اس مسئلہ میں اگرچہ فقہا کا اختلاف ہے کہ جو اراضی مفتوحہ ان کے اصل باشندگان ملک کے حوالہ کر دی گئیں تھیں، اس اراضی پر ان لوگوں کا مالکانہ حق ہو گیا تھا یا ان کی حیثیت صرف اجارہ دار کی تھی، لیکن اس بات میں سب علما کا اتفاق ہے کہ ان لوگوں کا یہ قبضہ بطور مالک کے ہو یا بطور اجارہ دار کے دونوں صورتوں میں کسی امام یا خلیفہ کو یہ حق حاصل نہیں ہو گا کہ بلاوجہ شرعی یہ اراضی ان کے قبضہ سے نکال کر دوسروں کو دے دے یا براہ راست بیت المال میں داخل کر دے۔ یہی وجہ ہے جب کسی بھی زمانہ میں کسی بھی حاکم وقت نے یہ اراضی ان کے قابضین کے قبضہ سے نکالنے کا ارادہ کیا تو ہر زمانہ میں اس وقت کے علما نے اتفاق واجماع کے ساتھ اسکی مخالفت کی اور ان کو اپنے ارادہ سے باز رکھا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفیؒ اس بارے میں مختلف علما اور فقہا کی آرا نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"یہ ان ائمہ فقہا کا کلام ہے جن کے نزدیک مصر وشام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی زمینیں وقف علی المسلمین ہیں وہ بھی اس کو جائز نہیں سمجھتے کہ جن لوگوں کے قبضہ میں جو زمینیں مالکانہ تصرفات کے ساتھ قدیم زمانہ سے چلی آتی ہیں ان کا قبضہ ہٹایا جائے تو ہمارے نزدیک جبکہ یہ زمینیں اصحاب اراضی کی مملوک ہیں ان کے قبضہ سے نکالنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ صریح ظلم ہے۔"

ردالمختار کتاب العشر والخراج صفحہ ۳۵۶ جلد ۳

بحوالہ اسلام کا نظام اراضی۔ مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ ۵۲

(۴) مسلمانوں کے علاقوں کی زرعی اراضی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہمسایہ غیر مسلم قبائل کو جو خطوط اسلام قبول کرنے کی دعوت کے سلسلہ میں ارسال فرمائے یا ہمسایہ مسلمان قبائل اور مختلف علاقوں کے مسلمان حکمرانوں کو جو وثیقہ جات عنایت فرمائے ان کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو مندرجہ ذیل امور کی یقین دہانی کرائی جاتی تھی۔

الف۔ ان علاقوں کے حکمرانوں کو ان کے عہدوں سے سبکدوش نہیں کیا جائے گا۔

ب۔ مال ومتاع، عبادت گاہوں اور خزانہ سے تعرض نہ کیا جائے گا۔

ج۔ تمام اراضی، باغات، نہروں ان کے متعلقات نیز چشموں، چراگاہوں نشیبی، ہموار، پتھریلی زمین ٹیلے اور پہاڑوں پر ان کا حق ہے اس لئے انہیں وہاں سے بے دخل نہیں کیا جائے گا۔

اس کے صلہ میں ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ:

الف۔ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے۔

ب۔ نماز قائم کریں گے۔

ج۔ زکوٰۃ ادا کریں گے۔

د۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔

ھ۔ مشرکین سے ترک موالات کریں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

و۔ مسلمانوں کی نصرت کریں گے۔

ملاحظہ ہوا لوثائق السیاسیہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب۔

ان تحفظات اور شرائط سے یہ بات ثابت ہے کہ اسلامی ریاست کی طرف سے ان لوگوں کے علاقوں میں آباد خواہ بنجر اراضی میں حکومت کی طرف سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اور وہاں کے اصلی باشندوں کو ہی ان کا حقدار مانا گیا اور ان کو ان کے حقوق اور املاک کی حفاظت کی یقین دہانی کرائی گئی۔ ان کے علاقوں میں غیر آباد بنجر زمینیں آباد کرانے کے لئے مدینہ منورہ سے لوگوں کو لاکر آباد نہیں کیا گیا' اور نہ ہی کسی کو وہاں پر کوئی زمین بطور انعام یا بطور جاگیر دی گئی۔

یہ تحفظ ان کو نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں حاصل رہا بلکہ خلفائے راشدین کے دور خلافت میں بھی ان کے سیاسی و معاشی معاملات میں کوئی دخل نہیں دیا گیا۔ مسلمان تو کجا' ایسی زیادتی تو نجران کے عیسائی معاہدین کے ساتھ بھی نہیں کی گئی ان کے ساتھ کئے گئے معاہدات کی ہر دور میں حفاظت کی جاتی رہی اور ان پر کوئی زیادتی نہ ہونے دی گئی۔ ان کو دوسرے علاقوں میں منتقل کرنے پر ان کو جائداد کے معاوضہ جات ادا کئے گئے۔

اس سلسلہ میں قاضی ابو یوسفؒ نے مزید تحریر فرمایا ہے کہ۔

قوم من اهل الحرب اسلموا على انفسهم وارضهم ماالحكم فى ذالك فان دماء هم حرام وما اسلموا عليه من اموالهم فلهم وكذلك ارضوهم لهم و كذالك اهل البادية اذا اسلموا على مياههم وبلادهم فلهم ما اسلموا عليه وهوفى ايديهم وليس لاحد من اهل القبائل ان يبني فى ذالك شيئاً يستحق به منه شيئاً ولا يحفرفيه بئراً يستحق به شيئاً۔ (كتاب الخراج ص-٦٨)

اہل حرب میں سے جو لوگ اپنی جان اور زمینوں کے مالک رہتے ہوئے اسلام لائے ہوں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو ان کا خون حرام ہے' اسلام لاتے وقت یہ جن اموال کے مالک تھے وہ ان کی ملکیت قرار پائیں گے یہی حال ان کی زمینوں کا بھی ہے..... اس طرح جب بادیہ کے باشندے اپنے پانی اور علاقوں کے مالک ہونے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حالت میں اسلام لائیں تو وہ ساری چیزیں جن پر اسلام لاتے وقت ان کو قبضہ حاصل تھا ان کی ملکیت تسلیم کی جائیں گی۔ دوسرے قبیلہ والوں میں سے کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ان علاقوں میں کوئی ایسی تعمیر عمل میں لائے جس کے ذریعہ وہ ان میں سے کسی قطعہ زمین کا حق دار بن کر کھڑا ہو جائے نہ وہ اس علاقہ میں کنواں کھود کر اسکے ذریعہ کسی حق کے طالب ہو سکتے ہیں۔

ارضهم ارض عشر لا يخرجون عنها فيما بعد و يتوار ثونها و يتبا يعونها و كذالك كل بلاد اسلم عليها اهلها فهي لهم وما فيهما (كتاب الخراج ص ۶۸)

ان کی زمینیں عشری زمینیں ہیں۔ ان کو آئندہ بھی ان زمینوں سے بے دخل نہیں کیا جائے گا..... وہ انہیں ورثہ میں منتقل کر سکیں گے اور ان کی خرید و فروخت کر سکیں گے۔

یہی حال ان تمام علاقوں کا ہے جن کے باشندے ان پر قابض رہتے ہوئے اسلام لائے ہوں..... یہ علاقے اور ان میں پائی جانی والی چیزیں ان کی ملکیت میں باقی رہیں گی۔

اس بات کی تائید حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے :

عن رافع بن خديج يرفعه الى النبى صلى الله عليه وسلم قال من ذرع فى ارض قوم بغير اذنهم فله وليس لهمن الذرع شي

رافع بن خدیج نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب الخراج یحیی بن آدم ص ۱۱۲ بحوالہ ابو داؤد "ترمذی" طحاوی وطیالسی و ابن ماجۃ کتاب الاحوال ابو عبید ص ۲۸۷، بیہقی ج ۶ ص ۱۳۶

کسی قوم کی زمین میں بغیر ان کی اجازت کے زراعت کرے تو اس کو صرف اس کا خرچہ دیا جائے گا اور زراعت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اس حدیث شریف میں اسلام کے نظام عدل کی وہ بنیاد موجود ہے جس کے ذریعہ ہم مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد کے امکان کو دور کر سکتے ہیں۔ اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ کوئی قوم یا فرد جو کسی ایک علاقہ میں رہتا ہو وہ دوسرے علاقہ میں کسی قوم کی سرزمین میں جا کر ان کی اجازت اور رضامندی کے بغیر وہاں زراعت نہ کرے۔ کیونکہ اس علاقہ میں بسنے والے لوگ اس زمین کو آباد کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر وہ خود یہ زمین آباد نہ کر سکتے ہوں اور وہ اپنی رضامندی اور اجازت سے کسی دوسرے علاقہ کے لوگوں کو وہاں پر زراعت کرنے کی اجازت دیں تو پھر ان کا وہاں پر آ کر زراعت کرنا درست ہوگا۔ اس حدیث شریف کی روشنی میں حکومت وقت کو بھی اس مصلحت کا خیال رکھنا ہوگا کہ اگر کسی علاقہ کے لوگ اپنے علاقہ میں زمینوں پر زراعت کرنے کے لئے دوسرے لوگوں کو اجازت دینے کے لئے رضامند نہیں ہیں تو حکومت کو بھی اس طرح کی کسی کوشش کو روکنے کا حق حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک کہ جو اس طرح بغیر رضامندی اور اجازت کے زراعت کرے تو وہ صرف خرچہ کا حقدار ہوگا اس کو زراعت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا..... یہ حکم اور فیصلہ بحیثیت حاکم وقت کے بھی ہے۔ تاکہ اگر اس طرح کی صورت حال پیدا ہو تو اس کا فیصلہ اسی ہدایت کی روشنی میں کیا جا سکے۔

حدیث نبوی سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے ارشاد نبوی ہے۔

ان القوم اذا اسلموا حرزوا دماء ھم و — جب کوئی قوم اسلام قبول کر لے تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اموالھم سنن ابو داؤد — وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیتی ہے۔

یہی بات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا۔

ایھا الناس ان دماء کم و اموالکم علیکم حرام الی ان تلتقوا ربکم کحرمۃ یومکم ھذا و کحرمۃ شھر کم ھذاو کحرمۃ بلد کم ھذا. السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد ۴ص ۱۸۵-۱۸۶

اے لوگو۔ تمہارے خون (جانیں) تمہارے مال ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے (قیامت) تک اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح تمہارے لئے یہ دن' یہ مہینہ اور یہ شہر قابل احترام ہیں

السیرۃ النبو یہ لابن ھشام جلد ۴ص ۱۸۵۔ ۱۸۶
سیرت النبی۔ علامہ شبلی نعمانی جلد ۲ ص ۱۰۷
(بحوالہ بخاری۔ مسلم ابو داؤد)

اس حرمت کا اطلاق مسلمانوں کے ان املاک پر بھی ہوتا ہے جن کے وہ مالک ہیں اور نیز ان اموال اور معاشی وسائل پر بھی ہو گا جن کے وہ لوگ بمقابل دوسرے لوگوں کے زیادہ حقدار و مستحق ہیں' لہٰذا ان تمام اقسام کے املاک' اموال اور معاشی وسائل پر قبضہ کرنا یا غیر شرعی طور پر حاصل کرنا مذکورہ بالا حرمتوں کے پائمال کرنے کے مترادف ہے۔

۵۔ غیر آباد (بنجر وافتادہ) اراضی

متذکرہ بالا ۴ اقسام کی زرعی اراضی کے علاوہ کچھ غیر مملوکہ اراضی ایسی بھی ہوتی تھی جو بنجر ہونے کی وجہ سے قابل کاشت نہ ہوتی تھی اور بعض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اراضی افتادہ تھی یہ اراضی قابل کاشت ہونے کے باوجود کسی سے کاشت نہیں ہوتی تھی۔ اس قسم کی اراضی کے لئے "ارض موات" کا لفظ بھی بولا جاتا تھا۔

ارض موات کی تعریف کرتے ہوئے امام قاضی ابو یوسفؒ تحریر فرماتے ہیں۔

فاذلم یکن فی هذه ارضین اثربناء ولا قبناً لاهل القریة ولا مسرحاً ولا موضع مقبرة ولا موضع محتطبهم ولا موضع مرعی دوابهم و اغنامهم ولیست بملک لاحدوالافی یداحد فهی موات فمن احیاها اواحیامنها شیئاً فهی له (کتاب الخراج ص۔ ۶۹)

جب ایسی زمینوں میں تعمیر یا زراعت کے کوئی آثار نہ پائے جائیں اور نہ بستی والوں کی مشترکہ ضروریات کی تکمیل میں کام آتی ہوں جیسے تفریح گاہ، مویشیوں اور سواری کے جانوروں کی چراگاہ، ایندھن حاصل کرنے کی جگہ یا قبرستان اور نہ کسی کی ملکیت میں ہوں نہ کسی کے قبضہ میں تو یہ موات قرار پائیں گی۔ اب جو بھی ان زمینوں یا ان کے کسی ٹکڑے کی آباد کاری عمل میں لائے تو وہ اسکی ملکیت ہو جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ کی ذکر کردہ تعریف سے یہ بات واضح ہو گئی کہ غیر مملوکہ اراضی اگر کسی بستی کے قریب واقع ہو تو اس اراضی کو ترجیحاً اس آبادی کے افراد کی اجتماعی ضروریات کے لئے استعمال میں لایا جائے گا یہ اراضی کسی دوسرے کو دینا درست نہیں، خواہ وہ اسپر کاشت کرنا چاہتا ہو۔ اس اراضی پر آبادی یا بستی والوں کا حق جو مقدم تسلیم کیا گیا ہے اس بنا پر ہے کہ یہ اراضی اس بستی کے قریب واقع ہے اس لئے پہلے ان کو اس سے استفادہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

اگر اس طرح کی اراضی کسی بستی کے قریب واقع نہ ہو اور نہ کسی کی ملکیت ہو یا کسی کے قبضہ میں ہو تو پھر اسے کاشت کے لئے کسی کو دینا جائز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو گا اور جو کوئی بھی ان زمینوں یا ان کے کسی حصہ پر کاشت کرے تو وہ زمین اسکی ملکیت ہو جائے گی۔

حدیث شریف سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے ارشاد نبوی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احيا ارضاً ميتة فهي له وليس لعرق ظالم حق۔
(کتاب الخراج امام ابو یوسف ص ۰۰ کتاب الخراج یحیٰ ابن آدم ص ۹۲ کتاب الاموال ابو عبید ص ۲۷۶ بحوالہ احمد، نسائی ابن حبان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی تو وہ اسی کے لئے ہے۔ اور ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں۔

دوسری حدیث شریف جو بخاری شریف میں ہے اس میں فرمایا گیا ہے۔

من عمر ارضاً ليست لاحد فهو احق بها۔
حاشیہ کتاب الاموال ابوعبید ص ۲۸۶

جس نے کوئی ایسی اراضی کاشت کی جس کا کوئی مالک نہیں تو آباد کرنے والا اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

ان احادیث شریفہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی ریاست کی غیر آباد اراضی جو کسی کی ملکیت یا قبضہ میں نہ ہو وہ اس کو دی جائے گی جو اس پر خود کاشت کرے یعنی کاشت کار ہی، اس کا زیادہ مستحق ہے نہ کہ دوسرے لوگ۔ البتہ یہ بحث آگے آرہی ہے کہ ان کاشت کاروں میں سے کونسے لوگ اس اراضی کے حاصل کرنے کے زیادہ حقدار ہیں؟ قریب رہنے والے اصلی باشندے (مقامی لوگ) یا دوسرے علاقوں (صوبوں یا اقلیموں) میں رہنے والے لوگ۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں اس مسئلہ پر بھی غور کرنا ہے کہ مذکورہ بالا قسم کی اراضی پر کاشت کرنے کا کام خلیفہ یا امام (حکومت) کی اجازت ہی سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ممکن ہے یا بغیر کسی کی اجازت سے۔ اور اگر اجازت ضروری ہے تو اس میں کیا حکمت پنہاں ہے؟

اس مسئلہ کی تنقیح حضرت امام ابو یوسفؒ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حوالہ سے فرمائی ہے۔ یہ تحقیق درج ذیل ہے:

قد کان ابو حنیفة رحمه الله یقول من احیا ارضاً مواتا فهی له اذا اجازه الامام ومن احیا ارضا مواتاً بغیر اذن الامام فلیست له ولامام ان یخرجها من یده۔
(کتاب الخراج ص ۶۹)

امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے اگر امام کی اجازت سے کوئی بھی کسی افتادہ زمین کو آباد کرلے تو وہ زمین اس کی ملک بن جائے گی، مگر کوئی فرد کسی افتادہ زمین کی آباد کاری امام کی اجازت کے بغیر کرے تو وہ زمین اسکی ملکیت نہیں بنے گی اور امام کو یہ اختیار حاصل رہے گا کہ وہ اسے اسی اراضی سے بے دخل کر دے۔

اس مسئلہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ غیر مملوکہ بنجر اور افتادہ اراضی شرعاً حکومتی (سرکاری) اراضی کا درجہ رکھتی ہے اس لئے اس اراضی کا استعمال سوائے سرکاری اجازت کے درست نہیں اور اس طرح بغیر اجازت کے قابض ہونے والے شخص کو بے دخل کیا جاسکتا ہے کیونکہ بغیر اجازت کے وہ اراضی اس کی ملکیت نہیں بن جاتی۔

اس بات کی تائید مزید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کہ "جو کوئی مردہ زمین کو زندہ کرے تو وہ زمین اس کی ہو جائے گی۔" بہ حیثیت امام اور حاکم وقت کے ہے۔ یہ عام اجازت اس وقت دی گئی تھی اب امام، حالات کے لحاظ سے ایسی اجازت یا حکم جاری کر سکتا ہے جس کے ذریعہ اس اراضی کو آباد کرنے کا انتظام ہو سکے۔

اس اجازت کی حکمت کا ذکر کرتے ہوئے امام ابو یوسفؒ تحریر فرماتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں :

الاحیاء لایکون الاباذن الامام ارائیت رجلین ارادکل واحد منهما ان یختار موضعاً واحداً وکل واحد منهما منع صاحبه ایهما احق به آرایت رجلین ان ارادرجل ان یحیی ارضاً میتة فناء رجل و هومقران لاحق له فیها. فقال لا تحیها فانها فنائی وذلک یضرنی فانما .جعل ابوحنیفته اذن الامام فی ذالک هاهنا فصلا بین الناس فاذا اذن الامام فی ذلک الانسان کان له ان یحییها وکان ذلک الاذن جائزاً مستقیما. و اذا منع الامام احداً کان ذلک المنع جائز ولم یکن بین الناس تشاح فی الموضع الواحد ولاالضر ارفیه مع اذن الامام و منعه قال ابو یوسف اما انا فاری اذالم یکن فیه ضرر علی احد ولا لاحدفیه خصومة ان اذن رسول الله صلی الله علیه وسلم جائز الی یوم القیامة فاذاجاء الضررفهوعلی الحدیث

ولیس لعرق ظالم حق

کتاب الخراج ص۔ ٦٩۔ ٧٠

زمین کی آباد کاری امام کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر دو ایسے آدمی ہوں جن میں سے ہر ایک ایک ہی زمین کو زراعت کے لئے منتخب کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو ایسا کرنے سے روکے تو ان دونوں میں سے کون اس کا حقدار ہو گا؟ جیسے کوئی شخص اگر کسی دوسرے آدمی کے گھر کے سامنے واقع افتادہ زمین کی آباد کاری عمل میں لانا چاہے اور اس گھر والے آدمی کو اس بات کا اقرار بھی ہو کہ وہ (چونکہ زراعت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا) اس زمین پر کوئی حق نہیں رکھتا مگر اس کے باوجود وہ مالک مکان اس سے کہے کہ تو اس زمین کو آباد نہ کر، کیونکہ یہ میرے گھر کے سامنے واقع ہے اور اسکی آباد کاری مجھ کو نقصان پہنچائے گی (تو اس صورت میں) امام ابو حنیفہؒ نے امام کی اجازت کی شرط لوگوں کے درمیان نزاع ختم کرانے کے خیال سے ضروری قرار دی ہے جب امام اس بارے میں کسی آدمی کو اجازت دے دے تو اسے آباد کاری کا اختیار مل جائے گا۔ یہ اجازت دینا مناسب اور جائز بات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اگر کسی فرد کو ایسا کرنے سے روک دے تو یہ روکنا بھی درست ہوگا۔ امام کی اجازت یا ممانعت کی صورت میں لوگوں کے درمیان ایک ہی جگہ کے سلسلہ میں کشمکش کی نوبت نہیں آئے گی نہ ہی ایک دوسرے کو ضرر رسانی کی.....باوجود اس کے میری یہی رائے ہے کہ ایسی شکل میں جب کہ احیاء سے کسی کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچ رہا ہو اور نہ کوئی اس کے خلاف عذر دار ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت قیامت تک کام آتی رہے گی۔ لیکن اگر ضرر رسانی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کا علاج اس حدیث کی روشنی میں کیا جائے گا کہ۔

"ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں"

اس فقہی حکم میں جو حکمت بیان کی گئی ہے اس کے ذریعے دو فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔

الف ۔ امن وامان اور انتظام کی درستگی

ب۔ مضرت رسانی کا سدباب کرنا۔

اگر اس بارے میں امام (حکومت) کی اجازت کی شرط ساقط کر دی جائے تو انتظام اور امن و امان کا مسئلہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور لوگوں کو ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے روکنے کا بندوبست نہیں ہو سکتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں مضرت رسانی

اسلام میں کسی دوسرے کو ضرر پہنچانے سے سختی سے روکا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ملعون من ضار مسلماً او غيره ملعون

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان یا غیر مسلم کو نقصان پہنچائے لعنت ہے اس پر۔"

کتاب الخراج ابو یوسفؒ ص ۱۰۷

اس بات کی تائید مزید اس مشہور روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام

اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرار۔

مسند احمد بن حنبل و ابن ماجہ
بحوالہ جامع الصغیر سیوطی ص ۲۰۲

ضرر اس کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کو نقصان پہنچا کر خود فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اور ضرار یہ ہے کہ دوسرے کو نقصان پہنچایا جائے خواہ اپنے آپ کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی لیا گیا ہے کہ ضرر انفرادی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نقصان پہنچانے کو کہا جاتا ہے اور ضرار اجتماعی نقصان پہنچانے کو۔ ملاحظہ ہو نہایہ ابن اثیر جلد سوئم ص ۸۱

اس لئے امام (حکومت) پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ ضرر اور ضرار کو رفع کرنے کا انتظام کرے اور ایسا کرنے والے کو حکماً روک دے۔ اس سے امام (حکومت) کی اجازت کا مسئلہ واضح ہو گیا۔

یہاں پر یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ امام (حکومت) بھی اس وقت تک اجازت نہیں دے سکتا جبکہ اس اراضی کے نزدیک رہنے والے لوگ اس بات کی اجازت نہ دیں اور رضامندی کا اقرار نہ کریں۔ اگر ان (مقامی لوگوں) کو کسی دوسرے شخص کی آباد کاری پر اعتراض ہے تو امام بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اس اجازت سے مضرت رسانی ہوگی۔ جس سے بچانا حکومت کے لئے واجب اور لازم ہے۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث شریف کا ذکر اسی باب میں پہلے ہو چکا ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم موجود ہے کہ اگر کوئی شخص دوسری قوم کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر آباد کاری کرے گا تو اسے صرف اسکا خرچہ دلایا جائے گا اور پیدائش میں اسکا کوئی حصہ نہ ہوگا اس طرح اسے وہاں سے بے دخل کر دیا جائے گا۔

جب ایک شخص دوسرے علاقہ میں مقامی لوگوں (اصلی باشندوں) کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اور حکومت کی اجازت کے بغیر (کیونکہ جب مقامی لوگ بھی ایسی اجازت دینے سے انکاری ہیں تو حکومت کو اجازت دینے کا اختیار کہاں سے حاصل ہوگا) کاشت کاری کرتا ہے تو اسے شرعاً یہ سزا سنائی گئی کہ اسے صرف اپنا خرچہ دے کر بے دخل کر دیا جائے گا۔ اور اسے زراعت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کہ جو کسی مردہ زمین کو آباد کرے تو وہ اسی کی ہو جائے گی اور ظلم کرنے والے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس حدیث میں ظلم کرنے والا اس شخص کو فرمایا گیا ہے جو بغیر شرعی استحقاق کے اس زمین میں کاشت کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی کو تکلیف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور نقصان پہنچانے والا ظالم بھی ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔ (نوٹ۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے)

استحقاق اور ترجیح کا مسئلہ

حضرت امام ابو یوسفؒ بنجر اور افتادہ اراضی کے حصول کے بارے میں استحقاق اور ترجیح کے مسئلہ کو مزید واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اذا نصب الماء عن جزیرة فی دجلة اوالفرات و کانت بحذاء منزل رجل و فنائه فار ادیصیر ها فی فنائه و یزید هافیه فلیس له ذالک ولا بترک ذالک فان جاء رجل صحصها من الماء وزرع فیها وادی عنها حق السلطان فهی بمنزلة ارض الموات لیحییها الرجل. فان اراد هذا الذی هی بحذاء فنائه ان یعتملها و یودی عنها حق السلطان فهواحق بهاوهی له

کتاب الخراج ص ۱۰۰

دجلہ اور فرات کے جن جزیروں سے پانی ہٹ جائے (اسکی زمین خشک ہو کر نمودار ہو جائے) وہ (زمین) اگر کسی شخص کے گھر اور صحن کے سامنے (مہاگ میں) واقع ہو اور یہ شخص اس زمین کو (زراعت کے مقصد کے لئے استعمال کرنے کے بجائے) اپنے صحن میں شامل کرنے کا خواہش مند ہو تو اسے ایسا نہیں کرنے دیا جائے گا۔ البتہ ایسے علاقہ کو اگر کوئی شخص بند باندھ کر پانی سے محفوظ کر لے اور اس پر کاشت کرنے لگے اور اس سلسلہ میں ریاست کا حق ادا کرنے لگے تو یہ جائز ہو گا۔ اس زمین کی نوعیت افتادہ زمین جیسی ہے جسے کوئی کار آمد بنا لے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اگر مذکورہ بالا شخص جس کا صحن اس علاقہ سے متصل ہے۔ اس زمین کو زیر کاشت لاکر اس پر ریاست کا حق ادا کرنا چاہئے تو وہ ایسا کرنے کا زیادہ حقدار ہے اور زمین اس کی ہو جائے گی۔

امام ابوالحسن الماوردیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب الاحکام السلطانیہ میں جو اسلامی اصول سیاست و حکمرانی پر تحریر فرمائی ہے اس میں بنجر اور افتادہ زمین کی آباد کاری کے سلسلہ میں استحقاق اور ترجیح کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کی رائے درج فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں۔

قال مالک جیرانه من اهل العامر احق باحیانه من الاباعد
الاحکام السطانیه ص ۷۷،

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آبادی والوں میں سے قریب رہنے والا پڑوسی اس پر کاشت کرنے کا زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جو اس سے دور رہتے ہیں۔

اس مسئلہ پر حضرت امام ابو یوسفؒ تلمیذ رشید حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کا اتفاق پایا جاتا ہے اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ پر اہل کوفہ اور اہل مدینہ کے تمام علماء کا اتفاق ہے۔ دیگر ائمہ سے اس مسئلہ پر کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔ اس لئے یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس مسئلہ پر تمام ائمہ کا اتفاق پایا جاتا ہے۔ اس لئے یہ مسئلہ فقہی اصولوں کے مطابق نہایت مضبوط اور ناقابل تردید ہے اس لئے تمام مسلمانوں کے لئے حجت کا درجہ رکھتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست میں مختلف علاقوں کی مالیات میں سے مقامی لوگوں کے حقوق

نزول قرآن مجید سے پہلے دنیا میں دو عظیم سلطنتیں قائم تھیں۔ ۱۔ رومی سلطنت اور ۲۔ ایرانی سلطنت۔ دونوں سلطنتوں میں ظالمانہ معاشی نظام رائج تھا یہ نظام انسانیت دشمنی پر مبنی نظام تھا جس میں انسان کی قدر و قیمت جانور سے بھی کم تھی۔

روم اور ایران کے حکمرانوں نے اپنے ماتحت علاقوں کی قوموں پر بڑے بڑے زرعی اور دوسرے ٹیکس عائد کر رکھے تھے، ان ماتحت علاقوں کے غریب عوام کی حیثیت ان رگوں اور شرائین کی سی تھی جن میں خون جاری ہو کر اپنے مرکز کو پہنچتا تھا، ان کو خود اختیاری یا اندرونی خود مختاری کا حق حاصل نہیں تھا اور نہ ان کو اس بات کا موقع حاصل تھا کہ وہ اپنے ملک میں اپنے واجبی حقوق سے مستفید ہو سکیں۔

امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

انما هلک من هلک من الامم لحسبهم الحق حتی یشتری منهم واظهار هم الظلم حتی یفتدی منهم کتاب الخراج ص ۱۱۴

کتاب الخراج صفحہ ۱۱۴

ماضی میں جو قومیں تباہ ہو گئیں ان کی تباہی کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے عوام کو ان کے حقوق دینے سے گریز کیا تاکہ عوام ان سے اپنے حقوق، قیمت ادا کر کے خریدیں اور عوام پر ظلم ڈھائے تاکہ لوگ ان کے مظالم سے بچنے کے لئے انہیں فدیہ (رشوت) ادا کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان محکوم قوموں اور مفتوح علاقوں کی مثال اس اونٹنی کی سی تھی جس پر بوقت ضرورت سواری کی جاتی ہو اور اس کا دودھ دوہا جاتا ہو اور اس کو صرف اسی قدر چارہ دیا جاتا ہو جو اس کی پیٹھ کو مضبوط اور تھن کو دودھ سے بھرا رکھ سکے۔

غریب عوام کو سرکاری ٹیکس ادا کرنے کے لئے اپنی اولاد کو بھی بیچ دینا پڑتا تھا کسانوں کا تعلق زمینداروں کے ساتھ تقریباً ویسا ہی ہوتا تھا جیسا کہ غلاموں کا تعلق اپنے آقاؤں سے سرکاری واجبات ادا نہ کرنے کی صورت میں ان کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں حتیٰ کہ ان سے جنگ بھی کی جاتی تھی ☆۔ ۱

اسلام سے پہلے رائج معاشی نظام میں دو بڑی خرابیاں پائی جاتی تھیں۔

۱۔ یہ کہ ان حکومتوں نے اپنے ماتحت علاقوں اور قوموں پر بہت بڑے ٹیکس عاید کر رکھے تھے جن کا ادا کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا اور پھر ادائیگی کی صورت میں ان کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا تھا نیز یہ ٹیکس وصول کرنے کے سلسلہ میں عوام پر بڑی سختی اور مظالم کئے جاتے تھے۔

۲۔ یہ کہ ان ٹیکسوں کی آمدنی حکمران اپنی مرضی کے مطابق صرف کرتے تھے اس آمدنی کا کوئی حصہ ان لوگوں میں سے ضرورت مند اور مستحق افراد کے لئے خرچ نہیں کیا جاتا تھا جہاں سے یہ آمدنی ہوتی تھی۔ اس آمدنی کا ایک بہت بڑا حصہ حکمرانوں کی عیاشی پر خرچ کیا جاتا تھا۔

نزول قرآن مجید کے بعد جب اسلام کا عادلانہ معاشی نظام نافذ ہونا شروع ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت تک یہ نظام دنیا کے مختلف ممالک تک پہنچ گیا اور ایک دنیا اس سے مستفید ہوئی، اس نظام میں مذکورہ بالا ظالمانہ نظام کے برخلاف ۲ بڑی خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

۱۔ یہ کہ اسلامی احکامات کے مطابق عوام پر سے ظالمانہ ٹیکس ختم کر دیئے

☆۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" مصنفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص ۷۷ تا ص ۱۹۸ اور الفاروق مصنفہ شبلی نعمانی ص ۲۷۸ تا ص ۲۹۴ اور ص ۳۸۶ تا ۴۰۶ نیز کتاب حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی، طبع کارخانہ نور محمد کراچی، ۲۲۴ تا ۲۲۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گئے اور مسلمانوں سے صدقات زکوٰۃ، عشر، فطرہ اور خیرات وصول کرنے کے شرعی احکامات جاری کے گئے اور غیر مسلموں سے صرف خراج (جو صرف زراعت کرنے والوں پر واجب الادا تھی) اور جزیہ عائد کیا گیا جس کے عوض میں غیر مسلموں سے فوجی ڈیوٹی معاف کر دی گئی۔ مذکورہ بالا واجبات کی شرح ادائیگی بھی بہت کم رکھی گئی۔ مسلمانوں سے وصول ہونے والے صدقات کو عبادت اور باعث اجر و ثواب قرار دیا گیا اور غیر مسلموں کو خراج اور جزیہ کے عوض زرعی آمدنی کے حصول کا حق اور ذاتی اور شخصی تحفظ کی ضمانت دی گئی اور ان پر سے فوجی ڈیوٹی معاف کر دی گئی۔ خراج کے مقابلہ میں عشر کی شرح زائد تھی اس طرح جزیہ برائے نام عاید کیا گیا۔

مذکورہ بالا واجبات کی وصولی کے سلسلہ میں بیحد نرمی برتی جاتی تھی اور عاملین کو اس بات کی تاکید کی جاتی تھی کہ وہ واجبات کی وصولی میں زیادتی سے ہرگز کام نہ لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المعتدی فی الصدقۃ کمانعھا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقات کی وصولی میں زیادتی کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا صدقہ سے روکنے والا۔

کتاب الاموال صفحہ ۴۰۱ بحوالہ ترغیب وترھیب ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابن خزیمہ

فقہ حنفی کے امام قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں!

وتقدم الی من ولیت ان لایکون عسوفاً لاھل عملہ ولامحتقراً لھم ولا مستخفاً بھم و لکن یلبس لھم جلباباً من اللین یشوبہ بطرف من الشدۃ ولا استقصاء من

عاملوں کو اپنی عملداری میں باشندوں پر ظلم و زیادتی نہیں کرنی چاہئے نہ ان کی تحقیر و توہین کرنی چاہئے، سوائے معمولی سختی اور گرفت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غیران یظلموا او یحملوا مالا یجب علیھم
کتاب الخراج ص ۱۱۵

کے مجموعی طور پر نرم خوئی سے کام لینا چاہئے۔ رعایا پر ظلم کرنے یا بے جا بار ڈالنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۲۔ دوسری خوبی یہ تھی کہ صدقات (زکوٰۃ عشر فطرہ اور خیرات) اور دیگر محاصل کے بارے میں یہ حکم دیا گیا کہ جو مال جس علاقہ سے وصول کیا جائے سب سے پہلے ان مقامات کے ضرورت مند لوگوں پر خرچ کیا جائے اگر ان کی ضروریات سے کچھ بچ جائے تو اسے مرکز کے حوالہ کیا جائے گا تاکہ مرکز اس مال کو دوسرے ضرورت مند لوگوں تک پہنچانے کا انتظام کرے، مگر اس بارے میں ترجیح ان علاقوں کے عوام کو دی جائے گی جو وصولی والے علاقہ سے زیادہ قریب ہونگے۔

ان دو عادلانہ اصولوں کی وجہ سے مفتوح علاقوں کے لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا اور ان سخت مظالم سے ان کو نجات مل گئی جو اسلام سے پیشتر ان کے حکمران ان پر کرتے رہتے تھے۔ اسی وجہ سے مفتوح علاقوں کے لوگ دل سے اسلامی حکومت کے عاملوں کے ساتھ تعاون کرتے اور ان سے عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔

اسی طرح ان کی احساس محرومی کا مداوا ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ آمدنی اب کسی حکمران کی عیاشی پر خرچ نہ ہوگی بلکہ اس کے مالک وہ خود ہیں اور یہ مال ان کے مستحق افراد میں ہی تقسیم ہوگا.....

ان ابتدائی گزارشات کے بعد اب آیئے ہم ان اسلامی احکامات کا مطالعہ کریں جن سے مذکورہ بالا اصولوں کی تائید ہوتی ہے۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذ الی الیمن [قال اذعھم الی شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ فان ھم اطاعوالذالک فاعلمھم ان اللہ

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن روانہ فرمایا تو ان سے فرمایا کہ تم انہیں اس شہادت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قد افترض علیہم خمس صلوات کل یوم و لیلۃ فان ھم اطاعوا لذالک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم صدقۃ فی اموالھم توخذ من اغنیاءھم وتردفی فقراءھم۔

بخاری شریف

(کتاب الزکواۃ) ص۔ ۱۸۷

کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' اگر وہ اسے تسلیم کر لیں تو انہیں کہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں' اگر وہ یہ بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں پر صدقہ عائد فرمایا ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کیا جائے گا اور انہی کے ضرورت مندوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

یہ ہے وہ بنیادی اصول جو اسلامی ریاست کے مالیاتی نظام میں مختلف علاقوں کے مالی حقوق متعین کرتا ہے۔ حدیث شریف میں صدقہ کا لفظ آیا ہے یہ ایک جامع لفظ ہے' صدقہ میں زکوٰۃ' عشر' فطرہ اور خیرات وغیرہ سمیت آمدنی کی کثیر مدات شامل ہیں۔ حضرات خلفائے راشدین کے ادوار خلافت میں بھی اسی اصول پر تعامل رہا۔

ملاحظہ فرمائیے :

ان معاذ بن جبل لم یزل بالجنداذ بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن حتی مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر قدم علی عمرفرد علی ما کان علیہ فبعث الیہ معاذ بثلث صدقۃ الناس فانکر ذالک عمر قال لم ابعثک جابیاً ولا اخذ جزیۃ ولکن بعثتک لتاخذ من اغنیاء الناس فتردھا علی

حضرت عمر بن شعیب فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا وہ جند کے مقام پر ہی رہے تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور حضرت عمرؓ نے بھی انہیں پہلی جگہ (یمن)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فقرائهم
فقال معاذ مابعثت اليک بشئ
وانا اجد احداً ياخذه منی فلما كان
العامة الثانی بعث اليه
شطر الصدقة فتراجعا بمثل
ذالک فلما كان العامه الثالث
بعث اليه كلها فراجعه عمر
بمثل ماراجعه قبل ذالک فقال
معاذ ماوجدت احداً ياخذ منی شيئاً

کتاب الاموال ابوعبید ص۔ ۵۹۶

واپس فرمادیا' پھر حضرت معاذ نے لوگوں سے وصول شدہ صدقات کی رقم کا ایک تہائی حصہ حضرت عمرؓ کے پاس روانہ کیا تو حضرت عمرؓ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تمہیں مال جمع کرنے یا جزیہ وصول کر کے لانے کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ اس لئے مامور کیا تھا کہ تم امیر لوگوں سے وصول کر کے ان ہی کے محتاجوں میں واپس کر دو اسپر حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسی چیز آپ کو نہیں بھیجی کہ یہاں مجھے اس کا کوئی مستحق وصول کرنے والا مل رہا ہو۔ پھر اگلے سال حضرت معاذؓ نے نصف آمدنی حضرت عمرؓ کو بھیجی اور دونوں حضرات میں پہلے جیسی گفتگو دوبارہ ہوئی' جب تیسرا سال گزرا تو حضرت معاذؓ نے تمام کی تمام آمدنی ان کے پاس روانہ کر دی اور جواباً حضرت عمرؓ نے وہی پہلی سی بات فرمائی۔ تب حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ یہاں مجھے ایک بھی ایسا آدمی نہیں ملتا جو مجھ سے کچھ لینے کا مستحق ہو۔

یہ ہے وہ نظام عدل جو اسلام نے قائم کیا تھا۔ خلیفہ وقت اپنے گورنر کو اس بات سے منع فرمارہے ہیں کہ وہ مختلف علاقوں سے مال و دولت جمع کر کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دارالحکومت روانہ کرے، بلکہ وہ حضرت معاذؓ کو بار بار یاد دلا رہے تھے کہ میں نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ تم اپنے علاقوں سے مال و دولت جمع کر کے مجھے روانہ کرو جیسا کہ رومی و ایرانی حکمران کیا کرتے تھے بلکہ حضرت عمرؓ ایک بار نہیں بار بار حضرت معاذؓ کو تاکید فرماتے رہے کہ وہاں کے اغنیا سے وصول شدہ مال وہاں ہی کے غربا میں تقسیم کر دو۔

حضرت علامہ یوسف القرضاوی جو دنیائے اسلام کے ماہر قانون دان اور مایہ ناز عالم دین اور محقق ہیں لکھتے ہیں۔

عن ابی جحیفة قال قدم علینا مصدق رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخذ الصدقة من اغنیائنا فجعلها فی فقرائنا فکنت غلاما یتیما فاعطانی منها قلوصا (ناقة) (ترمذی)

ابو جحیفۃ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے صدقات وصول کرنے والا ہمارے ہاں آیا تو اس نے ہمارے اغنیا سے صدقات وصول کر کے ہمارے فقرا میں تقسیم کر دیئے، اس وقت میں ایک یتیم لڑکا تھا، اس نے زکوٰۃ میں سے مجھے ایک اونٹنی دی تھی۔

وفی الصحیح ان اعرابیاً سال رسول الله صلی الله علیه وسلم عدة اسئلة منها بالله الذی ارسلک الله امرک ان تاخذ الصدقة من اغنیائنا فتقسمها علی فقرائنا؟ قال نعم (بخاری)
(مشکلة الفقر و کیف عالجها الاسلام؟ ص ۱۱۵ بحوالہ ترمذی و بخاری)

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے سوالات پوچھے جن میں سے ایک یہ تھا آپ کو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے اغنیا سے صدقات وصول کر کے ہمارے فقرا میں تقسیم کر دیں۔ آپ نے جواب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا.....ہاں.....

حضرت عمرؓ کے دور میں حضرت عمیر بن سعد حمص صوبے کے والی تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے انہیں وہاں کے حالات کی رپورٹ دینے اور وہاں سے وصول شدہ مال وغیرہ کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے طلب فرمایا تو وہ خالی ہاتھوں مدینہ منورہ تشریف لائے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا اور کس لئے بھیجا تھا' انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ " آپ نے مجھے جہاں بھیجا تھا میں وہاں (حمص) گیا۔ میں نے وہاں کے اچھے لوگوں کو جمع کیا اور ان کو محاصل کی وصولی کے لئے مقرر کیا جو کچھ انہوں نے وصول کیا میں نے وہ سب ان ہی لوگوں کے مصارف میں صرف کر دیا۔ اگر آپ مستحق ہوتے تو میں آپ کو بھی بھیج دیتا" حضرت فاروق اعظمؓ حضرت عمیرؓ کے جواب سے بہت خوش ہوئے اور حضرت عمیر کو پھر اسی عہدہ پر مامور فرمانے کا حکم دیا مگر حضرت عمیرؓ نے انکار کر دیا (یعنی واپس حمص نہیں گئے)

حضرت عمرؓ کے دور میں جب عاملین مدینہ منورہ واپس آتے تھے تو ان کے پاس پالان کے نیچے کے کپڑوں (جن کو وہ اپنے جسموں کے گرد لپیٹ لیتے تھے) اور اپنی لاٹھیوں کے جن پر وہ ٹیک لگاتے تھے اور کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔

صدقات جمع و تقسیم کرنے کا یہ طریقہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا تھا خلفائے راشدین کے دور میں بھی اس پر سختی سے عمل کیا جاتا رہا حتیٰ کہ عہد بنو امیہ تک اس کی خلاف ورزی کی جرات کسی کو نہیں ہوئی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد بنو امیہ میں انکے پدر زادے کو جب امرأ بنو امیہ میں سے کسی امیر کی طرف سے کسی علاقہ پر عامل مقرر کیا گیا' جب وہ واپس آئے تو امیر نے کہا کہ مال کہاں ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ " کیا آپ نے ہمیں مال لانے کے لئے بھیجا تھا؟ ہم نے مال وصول کیا جہاں سے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں وصول کرتے تھے اور وہیں دے دیا جہاں ہم اس وقت دیا کرتے تھے۔ " نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۶۱ بحوالہ ابو داؤد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا احادیث شریفہ اور تعامل خلفائے راشدین سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت سے مقرر ہونے والے عاملیں اس علاقہ کے صدقات، زکوٰۃ عشر، فطرہ اور خیرات کے ساتھ ساتھ خراج، جزیہ اور عشور بھی غیر مسلموں سے وصول کرتے تھے گویا کہ انہیں جملہ واجبات وصول کرنے کا اختیار ہوتا تھا اور اسی طرح وہ وہاں کی ساری آمدنی مقامی طور پر مقامی ضروریات پر صرف کر دیتے تھے، جب وہ مرکز (مدینہ منورہ) آتے تو خالی ہاتھ ہی ہوتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ عاملین نے یہ بات کہی ہو کہ ہم مسلمانوں سے وصول شدہ زکوٰۃ عشر فطرہ و خیرات تو وہاں کی ضروریات پر صرف کر کے آئے ہیں مگر غیر مسلموں سے وصول شدہ آمدنی جو خراج جزیہ اور عشور کی صورت میں حاصل ہوئی ہے وہ ہم اپنے ساتھ مرکزی خزانہ میں جمع کرانے کے لئے مدینہ منورہ لائے ہیں۔

یہاں پر ان فقہاء عظام کی آراء پیش خدمت ہیں جن کے علم و دیانت پر امت کو پورا اعتماد ہے حضرت امام قاضی ابو یوسفؒ جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے سب سے بڑے اور تربیت یافتہ شاگرد رشید ہیں اور فقہ حنفی کے امام مانے جاتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

و یقسم سهم الفقراء والمساکین من صدقة ماحول کل مدینة فی اهلها ولا یخرج منها فیتصدق به علی اهل مدینة اخری
کتاب الخراج ص ۸۷

ہر شہر اور اس کے مضافات کے صدقات میں سے ضرورت مندوں کا حصہ اسی کے باشندوں میں تقسیم کیا جائے گا اور وہاں سے لے جاکر دوسرے شہر کے لوگوں کو نہیں دیا جائے گا۔

اسلامی شریعت میں مالیات سے متعلق احکامات کے بہت بڑے عالم مجتہد حضرت امام ابو عبید القاسم بن سلام اپنی مایہ ناز تصنیف کتاب الاموال میں اسی مسئلہ پر احادیث، آثار اور اقوال علماء تفصیل کے ساتھ لائے ہیں وہ فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عن ابراهیم قال تقسم الصدقة علی اهل الماء فان لم یجد علی الماء من یستحقها نظر الی اقرب المیاہ الیهم فقسمها فیهم فان لم یجد فالاقرب فالاقرب

کتاب الاموال ص ۵۹۴

ابراہیم کہتے ہیں کہ صدقات ان لوگوں میں تقسیم کئے جائینگے جو ایک گھاٹ سے پانی پیتے ہوں۔ پھر اگر اس گھاٹ والوں میں کوئی مستحق نہ ہو تو ان سے قریب تر جو گھاٹ ہو وہاں مستحق دیکھا جائے گا اور وہ صدقات ان میں تقسیم ہونگے اگر وہ بھی مستحق نہ ہوں پھر ان سے جو زیادہ قریب ہو گا وہ مستحق ہو گا۔

عن فرقد السبخی قال حملت زکوة مالی لاقسمها بمکة فلقیت سعید بن جبیر فقال اردد ها فاقسمها فی بلد ک

(کتاب الاموال ص ۵۹۴)

فرقد سبخی کہتے ہیں کہ میں اپنے مال کی زکوٰۃ بانٹنے کے لئے اسے لیکر مکہ مکرمہ کو روانہ ہوا راستہ میں مجھے سعید بن جبیر ملے اور انہوں نے فرمایا "اسے واپس لے جاؤ اور اپنے علاقہ ہی میں اسے تقسیم کرو"۔

عن سفیان بن سعید ان زکاة حملت من الری الی الکوفة فردها عمر بن عبدالعزیز الی الری"

کتاب الاموال ص ۵۹۵

سفیان بن سعید روایت کرتے ہیں کہ زکوٰۃ رے سے کوفہ لائی گئی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے رے میں واپس بھیج دیا۔

قال عمر فی وصیة اوصی الخلیفه من بعدی..... ان یاخذ من حواشی اموالهم فیرد فی فقرائهم

کتاب الاموال ص ۵۹۵

حضرت عمرؓ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کے لئے جو وصیتیں چھوڑی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اسے چاہئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ (مالداروں کے) زائد اموال میں سے لے لے اور انہی کی ضرورت مندوں کو واپس کر دے۔

مذکورہ بالا دلائل اور شواہد کی روشنی میں امام ابو عبیدؒ اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

العلماء اليوم مجمعون على هذا الآثار كلها ان اهل كل بلد من البلدان اوماء من المياه احق بصدقتهم مادام فيهم من ذوى الحاجة واحد فما فوق ذالك وان اتى ذالك على جميع صدقتها حتى يرجع الساعي ولا شيء معه منها.
كتاب الاموال ۵۹۶

آج ان تمام آثار پر جملہ علما کا اتفاق ہے کہ ملک کے ہر علاقہ کے باشندے یا گھاٹوں میں سے ایک گھاٹ سے پانی پینے والے اپنی حلقہ کے صدقات کے زیادہ مستحق ہیں اور یہ استحقاق اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ ان میں ایک یا اس سے زائد حاجتمند باقی رہیں۔ خواہ اس احتیاج کو رفع کرنے کے لئے وہاں کے تمام صدقات کام میں آجائیں اور وصول کنندہ کو وہاں سے بغیر کچھ لئے خالی ہاتھ واپس آنا پڑے۔

امام ابو عبیدؒ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

فكل هذه الاحاديث تثبت ان كل قوم اولى بصدقتهم حتى يستغنوا عنها و ترى

یہ سب روایات یہ ثبوت پیش کر رہی ہیں کہ ہر قوم کے لوگ اپنے صدقات کے زیادہ مستحق ہیں تا آنکہ آسودگی کی وجہ سے انہیں اس کی ضرورت باقی نہ رہے اور ہم دوسرے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استحقاقهم دالک دون غیرهم انما جاءت به السنة لحرمة الجوار وقرب دارهم من دارالاغنیاء
کتاب الاموال ص ۵۹۷

لوگوں کو چھوڑ کر ان قریبی لوگوں کو اس صدقات کا زیادہ مستحق اس لئے قرار دیتے ہیں کہ پڑوس کی حرمت اور ان امیروں کے گھروں سے ضرورت مند لوگوں کی قربت کی وجہ سے سنت نے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے

فان جهل المتصدق فحمل الصدقة من بلد الى آخر سواه و باهلها فقر اليها. ردها الامام اليهم كما فعل عمر بن عبدالعزيز و كما افتى به سعيد بن جبير.
کتاب الاموال ص ۵۹۸

لہٰذا اگر صدقات وصول کرنے والا لاعلمی کی بنا پر ایک علاقہ کی زکوٰۃ دوسرے علاقہ میں لے جائے حالانکہ اس علاقہ والوں کو اس کی ضرورت باقی ہو تو امام لائی ہوئی زکوٰۃ (صدقات) کو واپس انہی لوگوں کے پاس بھیج دے گا جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کیا اور جیسا کہ سعید بن جبیرؒ نے فتویٰ دیا تھا

جن احادیث میں زکوٰۃ اور صدقات کی بعض اشیاء دوسرے علاقوں میں لے جانے کا ذکر آیا ہے ان کی توجیہ کرتے ہوئے امام ابو عبیدؒ فرماتے ہیں۔

وليس لهذه الاشياء محمل الا ان تكون فضلاً عن حاجتهم و بعد استغنائهم عنها. كالذى ذكرناه عن عمر و معاذ.
کتاب الاموال ص ۶۰۰

ان تمام اشیاء کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں الا یہ کہ یہ چیزیں علاقہ والوں کی ضرورتوں سے زائد ہوں اور انہیں ان اشیا کی ضرورت باقی نہ رہے۔ جیسا کہ حضرات عمرؓ اور معاذؓ کی روایات میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا دلائل اور شواہد سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ کسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست میں مختلف علاقوں (صوبوں) کی آمدنی کو اس صوبہ کی مقامی ضروریات پر ہی صرف کیا جائے گا جہاں سے یہ آمدنی حاصل ہوئی ہو' اس آمدنی کو صوبہ سے باہر خرچ کرنا جبکہ وہاں کی ضروریات ابھی پوری نہ ہوئی ہوں اور ضرورت مند لوگ موجود ہوں' بالکل جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر اس علاقہ (صوبہ) کی آمدنی سے مقامی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے بعد جب کہ مقامی لوگ خوشحال ہو جائیں اس آمدنی کا کچھ حصہ دوسرے علاقوں (صوبوں) کی مستحق عوام کی ضروریات پوری کرنے کے لئے روانہ کیا جائے تو یہ جائز ہے۔

اسی طرح صوبہ کی فاضل آمدنی سے مرکزی انتظامیہ کے اخراجات پورے کرنے کے لئے مرکزی حکومت اس علاقہ کی آمدنی میں سے اتنا کچھ لے سکتی ہے جو صوبہ اور مرکز کے درمیان باہمی رضامندی سے طے پائے۔ کیونکہ اسلامی شریعت کی رو سے مرکزی نظام کو مضبوط رکھنا بھی ایک نہایت اہم کام ہے تاکہ مرکز تمام علاقوں کا پوری طرح سے دفاع کر سکے اور دشمنوں کو شکست دینے کی صلاحیت کو زیادہ سے زیادہ بڑھا سکے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست میں تقسیم آب کا نظام

شریعت اسلامیہ میں ایک اسلامی ریاست کے اندر قدرتی (دریائی) پانی کی تقسیم کے سلسلہ میں واضح احکامات موجود ہیں جن سے ہمیں دور جدید کے لئے بھی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ارشاد گرامی ہے۔

المسلمون شرکاء فی ثلاث الماء والکلاء والنار

تین چیزوں میں تمام مسلمان باہم شریک ہیں (وہ یہ ہیں) پانی، چارا اور آگ

کتاب الخراج صفحہ، کتاب الاموال صفحہ، کتاب الخراج یحییٰ بن آدم صفحہ ۱۲۳

نوٹ۔ ایک روایت میں المسلمون کے بجائے "الناس" تمام (انسان) کا لفظ آیا ہے۔

جب پانی جیسی چیز کو اس کی اہمیت کے پیش نظر سب کے لئے مشترک قرار دیا گیا ہے اس لئے اپنی جائز ضرورت سے زائد پانی روکنے سے بھی ممانعت کر دی گئی ہے، ارشاد ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنع فضل الماء لیمنع بہ الکلاء

حضرت ابوھریرہ فرماتے ہیں کہ زائد پانی لوگوں سے نہ روکا جائے تاکہ وہ گھاس (چارہ) اگانے سے محروم نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب الخراج یحییٰ بن
آدم صفحہ ۱۲۳ بحوالہ موطا امام مالک،
صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ
وابو داؤد

"مہزور" نامی بنو قریظہ کی وادی تھی جب اس وادی میں زرعی آبادی کرنے والوں میں پانی کے مسئلہ پر اختلاف پیدا ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں میں فیصلہ فرمایا۔

عن محمد عن ابیه قال۔ قضی رسول الله صلی علیه وسلم فی سیل مهزوران لا هل النخل الی العقبین ولا هل الزرع الی الشراکین ثم یرسلون الماء الی من هو اسفل منهم۔
کتاب الخراج یحییٰ بن آدم ص ۱۲۱

محمدؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی مہزور کے بارے میں فیصلہ دیا کہ کھجوروں والے ایڑیوں تک اور زراعت والے جوتوں کے تسموں تک پانی روکیں پھر فاضل پانی ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیں جو ان سے نیچے ہیں۔

کتاب الخراج یحییٰ بن
آدم صفحہ ۱۲۱

اسی طرح ایک نالے سے آبپاشی کرنے کے سلسلہ میں حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری میں اختلاف ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ یوں فرمایا۔

اسق یا زبیرؓ ثم خل سبیل الماء
کتاب الخراج یحییٰ بن
آدم صفحہ ۱۲۹

اے زبیرؓ آبپاشی کرنے کے بعد پانی چھوڑ دو۔

(یہ روایت صحاح ستہ میں بھی موجود ہے)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پانی روکنے کی حد

مختلف احادیث نبویہ میں پانی روکنے کی حد کے بارے میں مختلف الفاظ آئے ہیں جیسے کہ وادی مھزور کے معاملے میں بھی ایک حد تک پانی روکنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ حدیث شریف دوسری اسناد کے ساتھ بھی آئی ہے اس میں پانی روکنے کی حد کے لئے صرف "کعبین" کے الفاظ آئے ہیں۔
ملاحظہ ہو۔

عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی قال قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مھزور بوادی بنی قریظہ ان الماء الی الکعبین یحبس علی الاسفل۔

ثعلبہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی مھزور کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ اوپر والے پانی ٹخنوں تک پہنچنے تک اپنے نیچے والوں سے روک سکتے ہیں۔

احکام السلطانیہ ابو یعلی صفحہ ۱۹۸
(بحوالہ ابو داؤد وابن ماجہ)

حضرت زبیرؓ والی حدیث شریف میں اس سلسلہ میں دو الفاظ آئے ہیں ایک "کعبین" اور دوسرے "جدار"۔ جدار کا مطلب اور معنی دیوار کے لئے جاتے ہیں یہاں پر اس سے مراد زرعی زمین کے چھوٹے بند ہیں جو پانی کو بہنے سے روکنے کے لئے باندھے جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ پانی روکنے کی اجازت شریعت سے ثابت نہیں ہوتی۔ جس حد تک پانی روکنے کی اجازت دی گئی ہے وہ حد زرعی آبادی کے لئے کافی ہے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں دو ایسے واقعات پیش آئے جن کے مطابق کچھ لوگوں نے دوسروں کو پانی دینے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ کو اسکی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

هلا وضعتم فيهم السلاح

تم لوگوں نے اسلحہ سے ان کی سرکوبی کیوں نہیں کی۔

کتاب الخراج یحییٰ بن آدم
صفحہ ۱۳۵

دوسرے موقعہ پر پانی روکنے کی وجہ سے ایک شخص شدت پیاس سے ہلاک ہوگیا اُس پر حضرت عمرؓ نے ان پانی روکنے والوں کو قتل کا مجرم ٹھرایا اور ان سے مقتول کی دیت (خون کی قیمت) وصول فرمائی۔

فالزمهم عمر بن الخطاب عنه دية

حضرت عمر بن خطابؓ نے پانی روکنے والوں پر مقتول کی دیت عاید فرمائی۔

کتاب الخراج یحییٰ بن آدم
صفحہ ۱۳۴

پانی روکنے کے فعل کو خواہ پینے سے روکنا ہو یا زراعت کے لئے استعمال سے روکنا ہو دونوں صورتوں میں ایک بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ پینے کا پانی روکنے سے شدت پیاس سے انسانی اموات واقع ہونگی بالکل اسی طرح زرعی آبادی کے لئے کسی علاقہ کو پانی سے محروم کرنے سے وہ علاقہ غیر آباد ہوجائے گا اور اس علاقہ کے لوگ قحط وفاقہ کا شکار ہوجائیں گے اس سے انسانی اموات بھی واقع ہوسکتی ہیں۔ عام انسانوں پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً ایسا ظلم کرنا ایک ناقابل معافی جرم ہے جس کی پاداش میں مجرموں کے خلاف جنگ کی جاسکتی ہے نیز ان پر دیت بھی عاید کی جاسکتی ہے۔

پانی فروخت کرنا منع ہے۔

پانی روک کر اسکی قلت پیدا کرنے کے ساتھ پانی فروخت کرنے سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عن عبداللہ بن ابی بکر عن عمرۃ عن عائشۃ قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الماء

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

کتاب الخراج امام ابو یوسف صفحہ ۱۰۵

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس جب ان کے آدمی نے لکھا کہ میں نے آپ کی زمین اور باغ کی آبپاشی کے بعد جو کچھ پانی بچ گیا اس کا تیس ۳۰ ہزار درہم پر معاملہ (سودا) کر لیا ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے آدمی کو فاضل پانی روک کر فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اسے حکم دیا۔

ومافضل فاسق جیرانک الا قرب فالا قرب

جو پانی زائد ہے اس سے اپنے قریبی پڑوسی کو آبپاشی کرنے دو پھر اس کے بعد جو زیادہ قریب ہو۔

کتاب الخراج امام ابو یوسف صفحہ ۱۰۴

04776

الاقرب فالاقرب کا شرعی اصول

حضرت عبداللہ بن عمر کے جواب سے ہمیں شریعت اسلامیہ کا ایک زریں اصول معلوم ہوتا ہے بعد میں یہ حکم فقہاء عظام کے نزدیک ایک فقہی اصول بن گیا۔ اس اصول کے مطابق جو لوگ ایک دوسرے کے قریب ہیں وہ لوگ حقوق کے سلسلہ میں بھی دوسروں سے زیادہ قریب (مستحق) ہیں۔ اسی بنیاد پر زکوٰۃ اور صدقات کی ادائیگی میں مقامی لوگوں اور رشتہ داروں کو تمام دوسرے لوگوں پر ترجیح حاصل ہے۔ زمین وجائداد کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں قریب (شفیع) کو حق شفعہ حاصل ہے اس لئے وہ تمام دوسرے لوگوں سے زیادہ مستحق ہے۔ معاشرتی حقوق میں جار (پڑوسی) کو دوسرے تمام لوگوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر ترجیح حاصل ہے۔

یہ ترجیحات جو اسلامی احکام سے ثابت شدہ ہیں' ان میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ان شرعی ترجیحات کی بناپر اپنا حق طلب کرنے کو عصبیت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ کسی کا حق تلف کرنے والے سے تعاون کرنا عصبیت جاہلیہ ہے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک شخص اپنے پڑوسی کو اس بات کی اجازت نہیں دے رہا تھا کہ وہ اسکی زمین پر سے پانی گزار کر آبپاشی کے لئے لے جائے' جب اس بات کی شکایت حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوئی تو آپ نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا۔

فقال له عمر بن الخطابؓ لو لم اجد للماء مسيلا الا على بطنك لاجريته۔

پانی لے جانے کے لئے سوائے تیرے پیٹ کے اور کوئی راستہ نہ ملے گا تو تیرے پیٹ کے اوپر سے پانی لے جاؤنگا۔

کتاب الخراج یحییٰ بن آدم صفحہ ۱۳۳

ملاحظہ فرمائیے..... حضرت عمرؓ نے پانی روکنے والے شخص کے لئے کتنے شدید الفاظ میں فیصلہ فرمایا کیونکہ حضرت عمرؓ انصاف دلانے کے لئے بڑے سخت گیر واقع ہوئے تھے اور ساتھ ہی وہ اس بات کے مضمرات سے بخوبی واقف تھے کہ کسی شخص کو اپنے حق معیشت سے محروم کرنے کے کیا نتائج ہوسکتے ہیں؟ اور اس سے امت میں کتنے فتنے جنم لے سکتے ہیں؟ اس لئے حضرت عمرؓ نے اس فتنہ کا استیصال بروقت فرمادیا۔

خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی میں اس طرح کے اشارات ہمیں ملتے ہیں۔

من قبيلة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المسلم اخو المسلم يسعهما الماء والشجر ويتعاونان على الفتان

حضرت قبیلہ فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان مسلمان کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب الاموال ابوعبید صفحہ ۲۹۵ بھائی ہے وہ پانی اور درختوں (چراگاہوں) میں باھم دیگر شریک رھینگے اور شیطان کی سرکوبی میں باھم دیگر تعاون کرینگے۔

یہ "شیطان کی سرکوبی" کا لفظ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آئندہ پیش آنے والے فتنوں کو نگاہ نبوت پوری طرح سے بھانپ رہی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندازہ تھا اگر آئندہ شیطان کوئی افتراق اور فتنہ مسلمانوں میں برپا کر سکتا ہے تو وہ پانی اور گھاس کے مسئلہ پر ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ پانی اور عام اگنے والی گھاس سب مسلمانوں کے لئے مشترکہ ہیں اس لئے کوئی ان چیزوں پر اپنا قبضہ اور تسلط قائم کر کے اور اسے اپنی ذاتی ملکیت بنا کر دوسروں کو ان سے محروم نہ کرے۔ اس طرح وہ شیطان کو فتنہ انگیزی کا موقعہ فراہم نہ کرے بلکہ اسلام کے عادلانہ اصولوں پر عمل کر کے شیطان کی سرکوبی میں ایک دوسرے سے تعاون کرے۔

عن ابی قلابہ وعن الحسن قالا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من منع فضل الماء لیمنع بہ فضل الکلاء منعہ اللہ فضلہ یو القیامۃ

کتاب الاموال ابو عبید صفحہ ۲۹۶

حضرت ابو قلابہ اور حضرت حسن (دو مختلف سندوں سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جس نے زائد پانی کو روکا تاکہ اسطرح وہ نیچے والے لوگوں کو زراعت سے محروم کردے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے فضل سے محروم کردے گا۔

یہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے محرومی دنیا میں دوسرے لوگوں پر ظلم کرنے کی پاداش میں نصیب ہوگی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قالت بهیسه عن ابیها قلت یا رسول الله ماالشی الذی لا یحل منعه قال الماء مرتین۔

کتاب الاموال ابو عبید صفحہ ۲۹۲

حضرت بہیسہؓ روایت کرتی ہیں کہ میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ وہ کیا چیز ہے جسے لوگوں سے روکنا حلال نہیں۔ آپ نے فرمایا "پانی" یہ بات دو مرتبہ فرمائی۔

اس سلسلہ میں شارحین حدیث اور فقہاء کرام کی آرا بھی درج کی جارہی ہیں تاکہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت ہوجائے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری شریف لکھتے ہیں۔

قسمه لا یملک اصلاً وکل الناس فیه سواء فی الشرب وسقی الدواب کا الانهار منه الی ارضه و ذالک کالانهار العظام مثل النیل والفرات ونحوها۔

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۶ صفحہ ۳

ایک قسم پانی کی وہ ہے جس پر کبھی کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اس میں تمام لوگ پانی پینے، جانوروں کو پلانے اور اپنی زمین تک لے جانے کے لئے نہر اور نالیاں نکالنے میں برابر کے شریک ہوتے ہیں جیسے نیل اور فرات اور اسی قسم کے دوسرے دریا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

والا نتفاع بماء البحر کا الانتفاع الشمس والقمر والهوا۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۵ صفحہ ۳۹۰

دریاؤں کے پانی سے فائدہ اٹھانے میں سب لوگ ایسے شریک ہیں جس طرح سورج، چاند اور ہوا سے فائدہ اٹھانے میں۔

ڈیم اور بیراج بنانے کا مسئلہ

قدیم ادوار میں پانی ذخیرہ کرنے کے ذرائع تالاب اور جھیل وغیرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مگر موجودہ ترقی یافتہ دور میں پانی کا ذخیرہ کرنے یا اسے روک کر استعمال کرنے کے نت نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں۔ عام طور پر اب پانی ذخیرہ کرنے کے لئے ڈیم اور پانی روکنے کے لئے بیراج بنائے جاتے ہیں۔

پانی ذخیرہ کرنے کا مقصد اگر صحیح ہو اور اس سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے۔ اسی طرح بیراج کے ذریعہ پانی کو روک کر اونچی سطح پر پانی چڑھانا ہو اور ساتھ ہی اسے بلا ضرورت ضائع کرنے سے بچانا ہو تو دور جدید میں مذکورہ بالا دونوں ذرائع مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

اگر کسی اسلامی ریاست میں بالائی مقامات پر ڈیم بنائے جائیں اور ان میں پانی ذخیرہ کیا جائے حالانکہ نشیبی علاقے اس وقت تک سیراب نہ ہوئے ہوں اور اس صورت میں پانی ذخیرہ کرنے سے نیچے والے علاقوں میں پانی کی قلت پیدا ہو جائے اور زراعت متاثر ہو جائے تو ڈیم کا یہ استعمال شرعاً ناجائز اور غلط ہو گا۔

بالکل اسی طرح بیراجوں کے ذریعے پانی روک کر اونچی سطح والی زمین کو سیراب کرنے کے بعد پانی کو بلا ضرورت روکنا یا اسے ضائع ہونے دینا بھی شرعاً ناجائز اور غلط ہے۔

اس کی صحیح صورت صرف یہ ہے کہ پہلے سب علاقوں کو سیراب ہونے تک پانی کو ذخیرہ نہ کیا جائے جب سب علاقے سیراب ہو جائیں اور پانی کا کوئی جائز یا ضروری مصرف باقی نہ رہے تو پھر اسے جمع کرنا (ڈیم میں ذخیرہ کرنا) جائز ہو سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس ذخیرہ شدہ پانی سے سب علاقوں کو ان کا جائز حصہ ملنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ذخیرہ آب کو ایک علاقے کے لوگ اپنے لئے تو استعمال کریں لیکن دوسرے اس سے محروم رہ جائیں۔ اس مقصد کے لئے بالائی علاقوں کے ساتھ نیچے والے علاقوں میں بھی پانی ذخیرہ کرنے کا انتظام ہونا چاہئے۔ تاکہ اسی علاقہ کے لوگ اس ذخیرہ آب سے اپنی اراضی سیراب کر سکیں۔ اسی طرح بیراجوں کا غلط استعمال بھی ختم کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ بالائی علاقوں میں بیراجوں کے ذریعے تو سیلاب کی صورت پیدا ہو جائے اور نیچے والے علاقے پانی کی بوند کے لئے ترس جائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت زبیرؓ والی حدیث نیز .وسری احادیث کے ظاہری الفاظ اور معنیٰ سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ پانی کے استعمال میں مقدم حق اوپر والے لوگوں کا ہے بشرطیکہ وہ بلا ضرورت اور بلا اجازت پانی روک کر یا ذخیرہ کر کے نیچے والوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ جیسے کہ تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔ اس پر بعض ائمہ اور محدثین کا فتویٰ بھی ہے۔ مگر علماء احناف کا مسلک دوسرے مذاہب سے مختلف ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ حنفی مسلک کے دلائل کا ذکر یہاں پر کر دیا جائے۔ کیونکہ بعض اسلامی ممالک میں حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ جیسے ہندوستان' پاکستان' ترکی وغیرہ میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔

اهل اسفل النهر امراء علیٰ اهل الاعلیٰ حتیٰ یرووا ۔
(بحوالہ مندرجہ ذیل)

نہر سے اسفل (نیچے والے) لوگ اعلیٰ (اوپر والے) لوگوں سے فائق تر ہیں جب تک وہ سیر نہ ہو جائیں۔

اس اصول پر اہل تخریج کا قول ملاحظہ ہو۔

منع الاعلی من السکرای سده علی الاسفل حتیٰ یشرب حصة فان لم یشرب الاعلی بدون السکر لمافیه من ابطال حق الاسفل مده السکر الا برضاهم۔ شرح النقایه ص ۲۹ جلد ۲ شامی ص ۲۸۶ جلد ۵۔ بحرالرائق ص ۲۱۵ جلد ۸ تبیین ص ۴۲ جلد ۶

اعلیٰ (اوپر والے) لوگوں کو پانی روکنے سے منع گیا ہے۔ یعنی اسفل (نیچے والے) لوگوں سے پہلے بند باندھنے سے ممانعت کر دی گئی ہے چاہے اوپر والے لوگ بغیر بند باندھے پانی سے سیراب نہ ہو سکیں ان سے پہلے اسفل (نیچے والے) لوگ اپنا پانی حاصل کر لیں۔ کیونکہ اسفل (نیچے والے) لوگوں کی' جازت کے بغیر بند باندھنے سے ان کا حق باطل ہو جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صاحب تبیین حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

وھذا یوجب بداءۃ اھل الاسفل تبیین ص ۴۲ جلد ۶

اور یہ بات اسفل (نیچے والے) لوگوں کی ابتدا کرنے کو واجب قرار دیتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی شرح بخاری میں تقدیم الاعلیٰ کے اصول کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حمل بعض الفقھاء المتاخرین قول الفقھاء فی انہ یسقی الاول ارضہ یرسلہ الی الثانی ثم یرسلہ الثالث ان المراد بالاول من تقدم احیاءہ و بالثانی الذی احیاء بعد الاول۔

عمدۃ القاری ص ۲۰۳ جلد ۱۲

بعض متاخرین فقہا نے متقدمین فقہا کے اس قول کا کہ ابتدا میں پہلا شخص اپنی زمین کو سیراب کرے پھر دوسرے کو پانی روانہ کرے، پھر تیسرے کو، اس سے یہ مراد لی ہے کہ پہلا وہ ہے جس نے اپنی زمین کو پہلے آباد کیا ہے اور دوسرا وہ ہے جس نے پہلے کے بعد زمین کو آباد کیا ہے۔

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیری نے تقدیم الاعلیٰ کے اصول کا جواب اس طرح دیا ہے کہ یہ فیصلہ معاہدہ کے تحت تھا ورنہ اسفل کو اعلیٰ پر ترجیح حاصل ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو العرف الشذی علیٰ جامع الترمذی ص ۴۱۱ فیض الباری شرح البخاری ص ۳۰۶ جلد ۳

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی ایما پر مرتب شدہ احادیث کا مجموعہ بنام اعلاء السنن میں ہے۔

فان کان لجماعۃ رسم شرب من نھر غیر مملوک اوسیل وجاء انسان لیحی مواتا اقرب الی راس النھر من ارضھم لم یکن لہ ان یسقی قبلھم لا نھم اسبق الی

اگر کسی جماعت (گروہ) کے لئے کسی غیر مملوکہ نہر یا آب سیل سے سیراب ہونے کا کوئی دستور (رسم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

النهرمنه ولا ان من ملک الارض ملکها بحقوقها و مرافقها. ولا یملک غیره ابطال حقوقها و هذا من حقوقها. کذافی المغنی لابن قدامه (۶-۱۷۰) و مذهبنا معشر الحنیفة فی ذالک مثل ماذکره سواء

اعلاء السنن ص ۱۷ - ۱۸
جلد ۱۸

موجود ہے ان کے بعد کوئی آدمی غیر مزروعہ (مردہ) زمین کو آباد کرنے کے لئے آتا ہے جو نہر کی ابتدا (سرے) سے بہ مقابلہ دوسروں کی زمین کے قریب ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی زمین اس جماعت سے پہلے سیراب کرے کیونکہ وہ لوگ نہر سے استفادہ کرنے میں سبقت کر چکے ہیں اس لئے کہ جو زمین کا مالک بنا تو گویا اس زمین کے حقوق اور مرافق سمیت مالک بن گیا۔ اب کسی دوسرے کو اس کے حقوق کو باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ اس کے حقوق ہیں مغنی میں ابن قدامہ نے یہی لکھا ہے۔ ہم احناف کا مذہب بھی اسی کے مطابق ہے۔

فقہ حنفی کی مذکورہ بالا مستند کتب سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ فقہا احناف کے نزدیک پانی کے استعمال میں اسفل (نیچے کے) لوگوں کا حق اعلیٰ (اوپر والے) لوگوں پر مقدم ہے۔ اور اس بارے میں فقہا احناف میں کوئی اختلاف وارد نہیں ہوا۔ گویا جمہور احناف کا اس پر اتفاق ہے۔ اس طرح جو لوگ کسی دریا یا نہر کے پانی سے استفادہ کرنے میں مقدم ہیں تو ان کے لئے پانی سے سیراب ہونے کا حق بھی مقدم ہی ہوگا۔ بعد میں استفادہ کرنے والے لوگ ان پر سبقت نہ کریں گے۔

گذشتہ صفحات میں ذکر شدہ احادیث شریفہ اور آثار مبارکہ میں ذکر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کردہ تعلیمات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱ ..... ۔ پانی پر تمام لوگوں کا یکساں حق ہے۔

۲ ..... ۔ زائد پانی کو روکنا جائز نہیں۔

۳ ..... ۔ زائد پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

۴ ..... ۔ پانی دینے سے انکار کرنے پر اگر کوئی پیاس سے مرجائے تو روکنے والوں کو مقتول کی دیت ادا کرنی ہوگی۔

۵ ..... ۔ پانی روکنے والوں کے خلاف اسلحہ اٹھانا جائز ہے۔

۶ ..... ۔ پانی کے استعمال کرنے کا زیادہ حقدار وہ ہے جو زیادہ قریب ہے۔ البتہ فقہا احناف کے نزدیک اسفل (زیریں علاقہ) کے لوگ زیادہ حقدار ہیں۔

۷ ..... ۔ اگر کسی کو پانی حاصل کرنے میں کسی شخص کی زمین درمیان میں حائل ہے تو اس زمین والے شخص کو پانی گزارنے کی اجازت دینی ہوگی۔

۸ ..... ۔ پانی روکنے والا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم رہے گا۔

۹ ..... ۔ پانی روکنا حلال نہیں۔

۱۰ ..... ۔ دریاؤں کے پانی سے عام انسانوں کو استفادہ کرنے کا اتنا حق ہے جتنا سورج چاند اور ہوا سے فائدہ اٹھانے کا

ان اسلامی احکامات کی روشنی میں اسلامی ریاست تقسیم آب کے سلسلہ میں ایک منصفانہ پالیسی وضع کر سکتی ہے جس سے کسی طبقہ یا علاقہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اگر اس بارے میں تساہل سے کام لیا جائے گا تو اس سے مسائل پیدا ہوں گے۔ غیر منصفانہ پالیسی کی وجہ سے ہی مسائل پیدا ہوتے ہیں لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف شکوہ و شکایات کا بہانہ مل جاتا ہے۔ بالآخر اسکے نتیجہ میں عصبیت جاہلیہ پیدا ہوتی ہے جس کے نتائج بالآخر ملک و ملت کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں کیونکہ جب عصبیتیں پروان چڑھتی ہیں تو پھر اصل مسئلہ حل کرنے کے باوجود ان کا ازالہ نہیں ہوتا اس سلسلہ میں بر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقت اقدام اور صحیح اسلامی حکمت عملی سے مسلمانوں کو کسی بحران سے بچایا جاسکتا ہے۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علاقائی تہذیبیں اور اسلام

عام طور پر جذباتی انداز میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ سب مسلمان ایک قوم ہیں لہٰذا زبان و نسل وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے ان چیزوں کا ذکر کرنا یا انہیں قائم رکھنا یہ سب باتیں اسلام کے منافی ہیں اس لئے جو لوگ اپنی زبان کی ترقی یا اپنے خاندان اور نسل و قوم کے ذریعے تعارف کی بات کرتے ہیں وہ حق پر نہیں ہیں کیونکہ وہ اسلام کے ملی تصور کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔

یہ بات بظاہر تو بڑی معقول اور اتحاد کے جذبہ سے سرشار معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں یہ خیال اور نظریہ اسلام کی روح کے منافی اور مسلم ملت کے اتحاد کو کمزور کرنے والا ہے۔ وحدت انسانیت یا وحدت ملت کے نظریہ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اسلام زبان رنگ و نسل کے امتیازات کو مٹانا چاہتا ہے۔

ممتاز عالم دین اور محقق مولانا محمد حنیف ندوی اپنی تصنیف اساسیات اسلام میں رقم طراز ہیں:

"وحدت انسانیت کے سلسلہ میں ایک اہم سوال یہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ کیا اسلام مختلف قومیتوں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا اور کیا (اسلام) ہر ہر قوم و ملک میں ان تہذیبی خصوصیات کو ماننے سے انکار کرتا ہے جو تاریخ کے ناگزیر المیہ سے معرض وجود میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آتی ہیں۔ کیا وحدت انسانیت کا یہ مطلب ہے کہ نہ صرف سب کی زبان ایک ہو۔ سب کی پوشاک یکساں ہو (بلکہ رسم اور رواج کے معاملہ میں بھی سب مسلمان ایک ہی اسلوب زیست کو اپنائیں) اور اپنی مقامی و علاقائی خصوصیات تہذیبی سے بہرحال دست بردار ہو جائیں۔

اس سلسلہ میں اختصار کے ساتھ یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام نے وحدت انسانیت کے پہلو بہ پہلو تہذیب و تمدن کی اس بوقلمونی اور رنگارنگی کو ماننے سے کبھی انکار نہیں کیا جو ہر ہر قوم کا طرہ امتیاز ہے۔ چنانچہ مختلف قبائل اور شعوب کے وجود اور فرق کو قرآن نے واضح الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔

وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا (الحجرات۔ ۱۳) "ہم نے تمہیں شعوب اور قبائل میں تقسیم کیا (تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو)"

اختلاف زبان کو بھی اللہ تعالیٰ نے نشان یا آیت ٹھہرایا ہے۔

ومن آیاته خلق السمٰوات والارض و اختلاف السنتکم والوانکم (سورۂ روم۔ ۲۲) "اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اسی طرح تمہاری رنگتوں اور زبان کے اختلاف ہیں۔"

اسلام ایک متعین دین ہے جانا بوجھا ایک نظریہ حیات ہے عقائد و عادات اور معاملات میں اس کی ہدایات واضح اور روشن ہیں یہ تہذیب و ثقافت کے ایسے تصورات کی پرورش کرتا ہے جن میں ایک طرف ان تمام اقدار کی جھلک ہو جو ہمہ گیر انسانیت پر مبنی ہیں اور دوسری طرف قومی و وطنی خصوصیات کو اس میں اس طرح سمو دیا گیا ہو کہ ان دونوں میں دوئی یا اختلاف باقی نہ رہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے ان دونوں کی حیثیت ایسے گل دستہ کی ہے جو ایک طرح کی اصولی وحدت کے باوجود اپنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آغوش میں نکہت و رنگ کی جزئی خصوصیات لئے ہوئے ہے۔

اس تاریخی حقیقت کو کون نہیں جانتا کہ اسلام کے پرچم تلے دنیا کی جس قدر قومیں جمع ہوئی ہیں۔ ماضی میں قبولیت و پذیرائی کی اس شاندار روایت کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ لیکن اس کے باوجود کسی جگہ بھی اسلام نے مختلف قوموں کی ان خصوصیات کو اپنانے میں بخل سے کام نہیں لیا' جن میں افادیت کا کوئی بھی پہلو پایا جاتا تھا یا جن میں حسن و فن کی کوئی بھی خوبی تھی۔ مصر میں قبطیوں ' مغرب اقصیٰ میں اقوام بربر ' ایران میں عجمیوں اور ہندوستان میں رہنے والوں نے جب اسلام کو اپنی نجات و کامرانی کا ذریعہ مانا تو اپنے تہذیبی وجدان سے دستکش ہو کر نہیں! بلکہ اسلامی تہذیب میں ایک نیا رنگ بھر کر اور اس کے اصولی روپ میں اپنی مخصوص تابناکیوں کو اجاگر کر کے ۔ لیکن جزو غالب کی حیثیت سے ان میں ہمیشہ اسلام ہی کی چھاپ نمایاں رہی۔ یعنی مصری ' ایرانی ' مغربی اور ہندوستانی کے حدود فرق و امتیاز نے ان میں اجنبیت اور مغائرت پیدا نہیں ہونے دی۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف تہذیبی خصوصیات سے بہرہ مند ہونے کے باوصف ہر جگہ یہ مسلمان کی حیثیت سے صاف پہچانے گئے۔

اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ زبان کے اختلاف 'لباس کی رنگارنگی اور رسوم کی انفرادیت نے کبھی بھی ان میں بیر اور دشمنی کے بیج نہیں بوئے۔ یہی نہیں اس اختلاف نے ہر جگہ اسلامی تہذیب کو اور نکھارا اور جاذب نظر بنایا۔ جس طرح کوئی بھی ثقافت دوسرے تہذیبی ورثوں سے بے نیاز نہیں رہ سکتی اور اس میں کچھ لو اور دو کا تاریخی عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کوئی بھی زبان جو ثقافت ہی کا ایک حصہ اور پہلو ہے ' مکمل نہیں۔ بنابریں دوسری زبانوں سے علیحدہ اور الگ تھلگ رہ کر ترقی نہیں کر سکتی۔ ہر زبان اپنی بقا اور ترقی کے لئے اس بات کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متقاضی ہے کہ اس میں ہمہ گیر انسانی قدروں پر زور دیا گیا ہو۔ اس میں معنوی گہرائیاں اور لطائف ہوں، اس میں تہذیب و تمدن کی ترکتازیوں کو سمونے کی صلاحیت ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں ذوق فن اور حسن و جمال کی جلوہ گری ہی نہیں، تخلیق و اختراع کے معجزات پائے جائیں۔

زبانوں میں تنگ نظری، تعصب اور بیر کا زہر گھولنے والی (چیز) کسی بھی زبان کی فطرت یا مزاج (میں) نہیں، کچھ سیاسی، اقتصادی اور تاریخی عوامل ہیں جو ان میں اختلاف اور دشمنی کی دیواریں چن دیتے ہیں اور اسکے نتیجہ میں انسان، انسان کا دشمن اور ایک قوم دوسری قوم کی حریف بن جاتی ہے اور جب یہ دیواریں گرتی ہیں تو اس کے ساتھ زبان کے اثرات میں بھی ردو بدل کا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ غور فرمایئے، وہی عربی زبان جس نے زمانہ جاہلیت میں عربوں میں کبر و پندار کے جذبے کو اس حد تک ابھارا کہ اس کے مقابلہ میں تمام غیر عرب عجم یا گونگے قرار پائے۔ (وہ ہی زبان عربی) جب اسلام کی ترجمان بنی تو اخوت، مساوات، پیار اور محبت کے ہمہ گیر انسانی رشتوں کی نگران اور محافظ ٹھہری، اور جب حالات نے کچھ اس طرح پلٹا کھایا کہ عربی قومیت کے ساتھ سیاسی و اقتصادی مصلحتیں وابستہ سمجھی گئیں تو اسی عربی زبان کے خلاف جو پورے عالم اسلام کے تہذیبی اور ثقافتی خزائن بانٹنے والی تھی، شعوبیت کی مخالفانہ لہر اٹھی جو آخر میں عقیدہ و فکر کے ساحلوں سے جا ٹکرائی۔

وہ فارسی اور پہلوی زبان جو مجوسیت کی آغوش میں پلی اور بڑھی تھی، اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی ادب، اسلامی تاریخ اور اسلامی تصوف کی نقیب و داعی کی حیثیت سے ابھری اور دیکھتے ہی دیکھتے اس صف میں جا کھڑی ہوئی جہاں عربی کھڑی تھی۔

کہنا یہ ہے کہ قرآن حکیم جہاں اس بات کا مطالبہ کرتا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ہماری تہذیب ربو بیت کبریٰ کے تقاضوں کو لئے ہوئے آگے بڑھے اور ایسی علمی اخلاقی اور روحانی قدروں کی پرورش کی ضامن ہے: جو رنگ و نسل کے اختلاف کو مٹادے وہاں ابلاغ' تعلیم وتربیت کے نقطہ نظر سے ہر ہر قوم اور معاشرے کے اس حق کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ وہ اپنی زبان کا احترام کریں اس کو ترقی دیں اور اسے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ بنائیں۔ انبیاعلیہم السلام سے بڑھ کر یہ کون چاہے گا کہ تہذیب و ثقافت کی ہمہ گیر صداقتوں کو پھیلائے' وحدت فکر اور ہم آہنگی پیدا کرے اور اپنے اصولوں کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم عمل ہو۔ جن سے فاصلے سمٹیں۔ نفرت اور بیر کے داعے دور ہوں اور تمام انسانیت عبودیت اور بندگی کے استوار رشتوں میں منسلک نظر آئے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے ہر ہر قوم اور معاشرہ میں اسی زبان کو منتخب کیا جو ان میں رائج اور مقبول تھی جس کا ضمیر ان کی اپنی آب وہوا سے اٹھا تھا جس میں وہ سوچتے تھے۔ متاثر ہوتے اور اظہار خیال کرتے تھے۔

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه لیبین لهم (سورہ ابراہیم۔ ۴)

"اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا تا کہ وہ اللہ کے پیغام کو کھول کر بیان کرے۔"

لباس کے معاملہ میں بھی اسلام اسی اصول کا حامی ہے کہ اس میں جہاں ان پاکیزہ انسانی اقدار کا خیال رکھا جائے جو ساری انسانیت کے لئے مفید اور آیۂ رحمت ہیں وہاں تنوع' رنگارنگی اور ان خصوصیات کو بھی گوارا کیا جائے جن کو کسی قوم یا معاشرہ نے اپنا رکھا ہے۔

قرآن مجید اس حقیقت کا کھلے بندوں اظہار کرتا ہے کہ آب و ہوا' موسم اور پیشے کی تبدیلیوں سے لباس کی وضع قطع میں تبدیلیوں کا ہونا ناگزیر ہے۔ (ارشاد ہے) وجعل لکم سرابیل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تقیکم الحروسرابیل تقیکم باسکم (سورہ نحل۔ ۸۱) "اور تمہارے لئے کچھ پہناوے دیئے گئے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے بنائے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں۔"

قرآن مجید ذوق جمال کی رنگارنگی بھی تسلیم کرتا ہے اور واضح الفاظ میں اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ لباس میں زینت و آرائش کے پہلو قطعی ممنوع نہیں۔ (ارشاد ہے)

خذوا زینتکم عند کل مسجد (سورہ اعراف۔ ۳۱)

"اپنی زینت کا اہتمام کرو جب مسجد میں جاؤ۔"

قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ (سورہ اعراف ۳۲)

"کہہ دیجئے کہ کس نے حرام قرار دی وہ زینت جو اس نے بندوں کے لئے اجاگر کی۔"

یہی نہیں، قرآن حکیم یہ چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنا رہن سہن اس انداز کا رکھے کہ جس سے حدیث نعمت کا اظہار ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص یا معاشرہ کو سہولیت و آرائش کی کن کن صورتوں سے نواز رکھا ہے۔ (ارشاد ہے) اما بنعمة ربک فحد (سورہ ضحیٰ۔ ۱۱) "اور اپنے رب کی نعمت کا چرچا کر۔"

حدیث شریف میں اس آیت کی تشریح ان الفاظ میں آئی ہے ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ "اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندوں پر اس کے انعامات کا اظہار ہو۔"

تنوع اور اختلاف کی ان صورتوں کو جو آب ہوا اور ذوق و ضرورت کے تقاضوں سے ابھرتی ہیں اسلام نظر انداز نہیں کرتا۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ ان میں پاکیزہ اور بلند تر انسانی اقدار کو بھی ملحوظ و مرعیٰ رکھا جائے، جو تہذیب اسلامی میں ہمہ گیر وحدت اور یکسانی پیدا کر سکیں اور ان کو ایک مخصوص ملت اور مخصوص گروہ کے سانچے میں ڈھال سکیں۔"

(اساسیات اسلام ص۔ ۱۲۴ تا ص۔ ۱۲۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں جب اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا تو حضرت عمرؓ نے اسلامی ممالک میں رائج مقامی زبان کو وہاں کے سرکاری زبان بنائے رکھنے کی پالیسی رائج فرمائی اور ان علاقوں کا تمام سرکاری ریکارڈ ان کی زبان میں ہی رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مقامی زبانوں کو نظر انداز کر کے لازمی طور پر تمام ریکارڈ عربی میں رکھنے کے احکامات صادر نہیں فرمائے خصوصاً حسابات بیت المال و خراج وغیرہ تو لازمی طور پر مقامی زبان میں مرتب کئے جاتے تھے کیونکہ اس وقت تک عربی زبان بھی اس بات کی متحمل نہ ہو سکی تھی کہ یہ حسابات اور دفاتر عربی زبان میں رکھے جاسکیں۔

علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

"(حضرت عمر کے دور میں) خراج کا تمام دفتر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں 'فارسی' قبطی' شامی زبان میں رہا' کیونکہ عرب میں اس فن کو اس قدر ترقی نہیں ہوئی تھی کہ یہ دفتر عربی زبان میں منتقل ہو سکتا۔"

(الفاروق ص ۳۸۳)

تاریخ گواہ ہے کہ عہد بنوامیہ تک مختلف علاقوں کی سرکاری زبان وہاں کی مقامی زبان ہی رہی اس کے بعد فارسی کے ساتھ ساتھ عربی زبان کے استعمال کا آغاز ہوا اور یہ کام بھی بتدریج ہوتا رہا' کسی زبان کی سرکاری حیثیت کو ختم کر کے اس کے بجائے عربی زبان کا لازمی استعمال نہ کیا گیا بلکہ اصلی زبان کو بھی برقرار رکھا گیا۔

علامہ بلاذری تحریر فرماتے ہیں۔

قالوا ولم یزل دیوان الشام بالرومیه حتی ولی عبدالملک بن مروان فلما کانت سنة احدی وثمانین امر بنقله

(فتوح البلدان ص۔ ۱۹۶)

کہتے ہیں کہ شام کے دیوان (دفتر) رومی زبان میں تھے حتیٰ کہ عبدالملک بن مروان والی (بادشاہ) ہوا اور اس نے ۸۱ھ میں حکم دیا کہ دیوان عربی میں بھی نقل کئے جائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ارض سواد اور عراق کے دفاتر کے بارے میں علامہ بلاذری تحریر فرماتے ہیں۔

وحدثنی المدائنی علی بن محمد بن ابی سیف عن اشیاخہ قالو الم یزل دیوان خراج السواد و سائر العراق بالفارسیہ فلماولی الحجاج العراق استکتب زادان فروخ بن بیری و کان معہ صالح بن عبدالرحمن مولی بنی تمیم یخط بین یدیہ بالعربیہ والفارسیہ۔
(فتوح البلدان ص ۲۹۸)

مجھ سے المدائنی علی بن محمد بن ابی سیف نے کہا اور ان سے ان کے شیوخ نے کہ سواد اور تمام عراق کا دیوان خراج فارسی میں تھا جب حجاج عراق کا والی ہوا تو اس نے کتابت پر زادان فروخ بن بیری کو مقرر کیا۔ صالح بن عبدالرحمٰن مولیٰ بنی تمیم اس کے ساتھ تھا اور اس کی پیشی میں عربی اور فارسی میں کتابت کا کام کرتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے مختلف اقوام کے کلچر کو بھی محفوظ رکھنے کے انتظامات فرمائے تاکہ مختلف مسلم اقوام کا مقامی کلچر ضائع نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں لباس کے بارے میں تو حضرت عمرؓ نے جو ہدایات دی تھیں ان کا ذکر کرتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ سچ ہے کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کو غیر قوموں کی مشابہت اور غیر قوموں کو مسلمانوں کی مشابہت سے روکتے تھے۔ لیکن اس سے مقصد فقط قومی خصوصیتوں کو قائم رکھنا تھا۔"

(الفاروق ص۔ ۳۹۸)

ممتاز عالم دین مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مختلف قوموں کی ثقافت و کلچر وغیرہ کے فطری امتیازات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قوموں کا یہ امتیاز اس لئے ہے کہ تمدنی اغراض کے لئے انسانوں کے ایسے اجتماعی دائرے اور حلقے بن سکیں جن کے درمیان آسانی کے ساتھ باہمی تعاون ہو سکے لہٰذا ضروری ہوا کہ ہر گروہ یا ہر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمدنی و اجتماعی حلقے کے کچھ امتیازی اوصاف ہوں جن کے ذریعہ سے ایک حلقے کے آدمی ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ باہم مانوس ہوں ایک دوسرے کو سمجھ سکیں اور دوسرے حلقوں کے آدمیوں میں فرق کر سکیں۔ اس قسم کے امتیازی اوصاف ظاہر ہے کہ زبان، لباس طرز زندگی اور شان تمدن ہی ہوسکتے ہیں پس یہ عین فطرت کا تقاضا ہے کہ ان کی حفاظت کی جائے۔"

(مسئلہ قومیت ص۔ ۹۷)

اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے سید مودودی تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"بالکل اسی طرح قوموں کے لباس و تمدن اور شعائر کو بھی مٹانا اور انہیں خلط ملط کرنا، اجتماعی مفاد و مصالح کے خلاف ہے لہٰذا اسلام اس کی بھی مخالفت کرتا ہے۔ قومی امتیاز کو جب فطری حدود سے بڑھ کر "قوم پرستی" بنایا جائے گا تو اسلام اس کے خلاف جہاد کرے گا، کیونکہ اس مادے سے جاہلانہ حمیت و ظالمانہ تعصب کی تخلیق ہوتی ہے، لیکن اسلام کی دشمنی "قوم پرستی" سے ہے نہ کہ "قومیت" سے۔ قوم پرستی کے برعکس "قومیت" کو وہ برقرار رکھنا چاہتا ہے اور اسے مٹانے کا بھی وہ ویسا ہی مخالف ہے جیسا کہ اس کو حد سے بڑھانے کا مخالف ہے چنانچہ اس سلسلہ میں جو متوسط اور متوازن رویہ اسلام نے اختیار کیا ہے اس کو سمجھنے کے لئے حسب ذیل آثار بغور ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ عصبیت کیا چیز ہے؟ کیا آدمی کا اپنی قوم سے محبت کرنا عصبیت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... نہیں..... (بلکہ) عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔

(ابن ماجہ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲) حضرت عمرؓ نے اپنے تمام گورنروں کو عام احکام دیئے تھے کہ غیر مسلم باشندوں کو اہل عرب کے لباس، وضع و ہیئت اختیار کرنے سے روکیں (کتاب الخراج)

(۳) جو اہل عرب قومی یا ملکی خدمات کے سلسلہ میں عراق و ایران وغیرہ ممالک میں مامور تھے ان کو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بار بار تاکید کرتے تھے کہ اپنی زبان اور لہجہ کی حفاظت کریں اور عجمی بولیاں نہ بولنے لگیں۔ (بیہقی)

ان روایات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام جس "بین الاقوامیت" کا علمبردار ہے اس کا منشا یہ ہرگز نہیں کہ قوموں کے امتیازی خصوصیات کو مٹا کر انہیں خلط ملط کر دیا جائے، بلکہ وہ قوموں کو ان کی قومیت اور خصوصیات کے ساتھ برقرار رکھ کر ان کے درمیان تہذیب و اخلاق اور عقائد و افکار کا ایک ایسا رشتہ پیدا کرنا چاہتا ہے جس سے بین الاقوامی کشیدگیاں رکاوٹیں، ظلم اور تعصبات دور ہو جائیں۔ اور ان کے درمیان تعاون اور برادری کے تعلقات قائم ہوں"

(مسئلہ قومیت ص۔ ۹۹)

تاریخ تہذیب اسلامی کے گہرے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کسی علاقہ کی زبان اور تہذیب کو ہرگز ہرگز مٹانا نہیں چاہتا بلکہ اسے فروغ دینا ایک اسلامی ریاست کے فرائض میں داخل ہے۔ البتہ کسی تہذیب میں کچھ باتیں اسلامی احکامات کے خلاف پائی جاتی ہوں تو اسلام ان میں اس حد تک اصلاح کرنے کا حامی ہے، جیسے کسی قوم کے لباس میں اگر عریانیت پائی جاتی ہے تو اسے درست کرنے کے لئے اسلامی ریاست ہدایات دی سکتی ہے۔ اس طرح اگر کچھ رسوم و رواج اسلامی تعلیمات سے متضاد نظر آتے ہیں تو ان میں اس حد تک اصلاح کرنے کی ہدایات دے جا سکتی ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ بلا کسی شرعی وجہ کے کسی علاقہ یا قوم کی تہذیب رسوم و رواج کو جبراً بدلنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔

ہمیں بعض مسلم حکمرانوں کے ماضی کے واقعات سے بڑا سبق ملتا ہے جنھوں نے کسی علاقہ کی زبان کو مٹانے یا اس کا مرتبہ کم کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں اس علاقہ کے عوام میں شدید ردعمل پیدا ہوا بالآخر اس کا نتیجہ اسلامی ریاست کو شدید نقصان پہنچنے کی صورت میں نمودار ہوا۔

اس بات کی ایک تازہ ترین مثال ' برصغیر میں پاکستان کے مشرقی صوبہ میں اس علاقہ کی بنگلہ زبان کا مسئلہ ہے ' جب اس وقت کے حکمرانوں نے بنگلہ زبان کی سرکاری حیثیت کو جبراً ختم کر کے اس کی جگہ اردو کو نافذ کرنے کی کوشش کی، تو اس کا ردعمل اتنا شدید ہوا کہ بنگلہ زبان کا مسئلہ ایک تحریک بن گیا جس میں کافی جانیں تلف بھی ہو گئیں۔

اس بات کا تجزیہ اس وقت پاکستان کے نامور عالم دین جو قومی و لسانی عصبیتوں کے سخت خلاف تھے ' اس طرح کیا ہے:

"پہلا معاملہ زبان کا ہے۔ اس معاملہ میں امر واقعی یہ ہے مشرقی پاکستان میں اردو کے خلاف کبھی کوئی تعصب نہ تھا بلکہ اس کی ضرورت اور اہمیت کا یہاں کے ذی فہم لوگوں کو خود احساس تھا۔ یہاں کے عام لوگ اردو بولنے والوں کی بڑی عزت کرتے تھے اور اس وقت تک بھی یہاں عربی زبان کے بعد اردو کو ایک طرح کا مذہبی تقدس حاصل ہے۔ لیکن اسے واحد قومی و سرکاری زبان قرار دینے کے معاملہ میں یہاں کے لوگوں کو عملاً یہ مشکل درپیش تھی کہ یہاں کے پڑھے لکھے لوگ تک اس زبان سے بالکل ناواقف تھے انہیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ زبان واحد قومی و سرکاری زبان قرار دے دی گئی تو وہ نہ صرف عملی مشکلات سے دو چار ہونگے بلکہ وہ ہر میدان میں ان لوگوں سے پیچھے رہ جائینگے جن کی مادری زبان اردو ہے یا جن کے ہاں ایک مدت دراز سے اردو لکھنے پڑھنے اور بولنے کا رواج ہے۔ اس بنا پر انہوں نے مطالبہ کیا کہ اردو کے ساتھ بنگالی کو بھی سرکاری زبان ہونا چاہئے۔ عقلمندی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ تھی کہ معاملے کی صحیح نوعیت کو سمجھ کر اول روز ہی اس مطالبہ کو مان لیا جاتا' لیکن ایک طرف اسے گولیوں سے دبانے کی کوشش کی گئی اور دوسری طرف مغربی پاکستان سے پے در پے اس کی مخالفت ہوتی رہی۔ اس چیز نے بنگلہ (زبان) کے مطالبے کو ایک عملی مسئلہ سے بڑھا کر ایک عقیدے اور جذبے کی شکل دے دی۔ فطری بات ہے کہ اگر ایک مطالبہ کا جواب "نہیں دینگے" کی صورت میں دیا جائے تو مقابلہ میں "لے کے رہیں گے" کی صدا یقیناً بلند ہوگی۔ یہی کچھ اس معاملہ میں ہوا اور اسکی بدولت نہ صرف یہ کہ اردو کے خلاف ایک طرح کا تعصب پیدا ہو گیا جو پہلے نہ تھا بلکہ مغربی پاکستان کے خلاف یہ شکایت بھی پیدا ہو گئی کہ وہ مشرقی بازو پر زبردستی اپنی مرضی مسلط کرنا چاہتا ہے۔"

(خطاب مولانا مودودی مارچ ۱۹۵۶ء بمقام ڈھاکہ)

اس اقتباس کا بار بار مطالعہ کیجئے اور مولانا مودودی کی فراست کو داد دیجئے۔ یہ زبان کی تحریک جو اس وقت شروع ہو رہی تھی بالآخر پروان چڑھی اور بنگلہ قوم کی ایک تحریک بن گئی۔ زبان اس کا پہلا زینہ بنی اس کے بعد دوسرے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے حقوق کی تحریک ایک قوم پرستانہ تحریک بن گئی یہ تحریک باوجود سختی سے دبانے سے دب نہ سکی بالآخر پاکستان ٹوٹ گیا اور اس کا مشرقی بازو ہمیشہ کے لئے اس سے جدا ہو گیا۔

ظاہر بات ہے کہ جب اسلام' عربی زباں کو جبراً کسی قوم یا علاقہ کی زبان بنانا نہیں چاہتا تو اس کے بجائے کسی دوسری زبان کو کسی قوم سے ہضم کرانا بہت مشکل بلکہ ناممکن سی بات ہے۔ بعض نادان دوست اس طرح کی باتیں کر کے بالآخر ملت کا شیرازہ بکھیرنا تو برداشت کرتے ہیں مگر کسی زبان کو دوسروں پر مسلط کرنے سے باز نہیں آتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرف آخر

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے میں ان تمام حضرات سے جو میرے مؤقف سے اتفاق نہیں کرتے گزارش کرتا ہوں کہ اگر ان کے نزدیک میرا استدلال اور وہ مواد جس پر یہ استدلال مبنی ہے' اور وہ نتائج جو میں نے اس استدلال سے اخذ کئے ہیں' سب کچھ غلط ہے تو بخوشی اس کی نفی کر دیں' مگر صرف نفی کرنے سے کام نہیں چل سکتا بلکہ ان کو خود مثبت طریقے سے دلائل سے صاف صاف یہ بتانا چاہئے کہ:

۱۔ ایک اسلامی ریاست میں مختلف علاقوں (صوبوں) کے اصلی باشندوں کو صوبائی خواہ مرکزی حکومت میں کتنا عمل دخل حاصل ہے اور ان کو علاقائی لحاظ سے اندرونی طور پر کتنی سیاسی خود مختاری حاصل ہے؟

۲۔ ایک اسلامی ریاست میں مختلف علاقوں (صوبوں) کے اصلی باشندوں کو ملازمت کے سلسلہ میں صوبائی نظام حکومت میں کتنا حصہ حاصل ہے اور مرکزی نظام حکومت میں مختلف علاقوں کے باشندوں کا ملازمت میں کتنا حصہ ہے؟

۳۔ ایک اسلامی ریاست میں مختلف علاقوں صوبوں میں واقع سرکاری غیر آباد زرعی زمین جب حکومت اس کو آباد کرانا چاہے تو اس پر مقامی لوگوں کا کتنا حق ہے۔؟

۴۔ ایک اسلامی ریاست میں مختلف علاقوں (صوبوں) سے جو محاصل وصول ہوتے ہیں ان میں اس صوبہ کے لوگوں کی ضروریات کے لئے کتنا حصہ صرف ہونا چاہئے؟

۵۔ ایک اسلامی ریاست میں تقسیم آب کے سلسلہ میں مختلف علاقوں کے لئے کونسی پالیسی اختیار کی جائے گی جس کے ذریعہ ملک کی ساری زمین زیادہ سے زیادہ آباد ہو سکے؟

۶۔ ایک اسلامی ریاست میں مختلف علاقوں صوبوں کے باشندوں کی زبان و تہذیب کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے آیا کسی علاقہ کی زبان اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تہذیب کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسری زبان اور تہذیب کو جبراً نافذ کرنا درست ہو گا؟

۷۔ آج کل دنیا میں مختلف قومیں اپنے اپنے سیاسی و معاشی حقوق حاصل کرنے کے لئے قوم پرستانہ نظریات سے متاثر ہو رہی ہیں جس سے کفریہ عصبیتیں ظاہر ہو رہی ہیں حتیٰ کہ بعض ممالک میں یہ قومی عصبیتیں اس حد تک بڑھی ہوئی نظر آتی ہیں کہ اس ملک و ریاست کو توڑنے کے منصوبے بھی بننے لگتے ہیں ایسے حالات میں ایک صحیح اسلامی ریاست میں وہ کونسی منصفانہ پالیسی اختیار کی جانی چاہیئے جس سے سب لوگوں کے حقوق بھی محفوظ ہو جائیں اور اسلامی ریاست کو تحفظ اور سالمیت بھی حاصل ہو جائے۔ ؟

یہ وہ سوالات ہیں جن پر غور و فکر کرنے سے آپ ان بیشمار لوگوں کے دماغ بند نہیں کر سکتے جو آج کل کے حالات کے اندر تاریخ اسلام اور علم سیاست کے اسلامی شعبہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان سوالات کا جواب اگر میں نے غلط دیا ہے آپ دلائل کے ساتھ صحیح جواب دے دیں۔ یہ فیصلہ عام اہل علم حضرات خود کر لیں گے کہ دونوں جوابوں میں سے کونسا جواب معقول، مدلل، قابل عمل اور ایک اسلامی ریاست کے حق میں زیادہ مفید اور استحکام بخش ہے۔

استدراک

مقالہ مکمل ہونے پر چند احباب نے "مہاجرین کے حقوق" اور "کوٹہ سسٹم" کے بارے میں ضروری وضاحت کرنے کے لئے توجہ دلائی ان دو موضوعات کی اہمیت کے پیش نظر ائکی مختصر وضاحت کی جارہی ہے انشا اللہ قارئین کے لئے موجب اطمینان ہوگی.....

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مہاجرین کے حقوق

اسلامی ریاست میں مہاجرین جو **دارالکفر** سے ہجرت کر کے دارالاسلام کی طرف آئیں' دارالا سلام میں ان کے حقوق کا تعین نہ ان کی نسل کی بنیاد پر اور نہ ہی انکے آبائی علاقہ سکونت کی بنیاد پر ہوتا ہے' اسلام کی راہ میں ہجرت کرنے والے تو بڑے شرف والے ہیں' اسلامی شریعت نے ان کے حقوق کا تعین بحیثیت مہاجر فی سبیل اللہ کر دیا ہے ان کے حقوق کسی بھی صورت میں مقامی باشندوں کے حقوق سے کم تر نہیں ہیں۔ وہ جب اسلامی حکومت کے احکامات کے مطابق جس علاقہ میں سکونت اختیار کریں گے ان کو وہاں پر وہ تمام حقوق از خود حاصل ہو جائیں گے۔ البتہ شریعت نے مہاجرین کی آباد کاری کے بارے میں چند رہنما اصول ہمیں دیئے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام نے جب مکہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخاۃ (BROTHERHOOD) قائم فرمائی

علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں۔

"..... مہاجرین مکہ معظمہ سے بالکل بے سروسامان آئے تھے گو ان میں دولت منداور خوشحال بھی تھے' لیکن کافروں سے چھپ کر نکلے تھے' اس لئے کچھ ساتھ نہ لا سکے تھے۔"

اگرچہ مہاجرین کے لئے انصار کا گھر مہمان خانہ عام تھا تاہم ایک مستقل انتظام کی ضرورت تھی' مہاجرین نذر اور خیرات پر بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے' وہ دست بازو سے کام لینے کے خوگر تھے' تاہم چونکہ بالکل نگھرے تھے اور ایک جبہ تک پاس نہ تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ انصار اور ان میں رشتہ اخوت قائم کر دیا جائے' جب مسجد کی تعمیر قریب ختم ہوئی تو آپ نے انصار کو طلب فرمایا حضرت انس بن مالکؓ جو اس وقت دس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سالہ تھے، ان کے مکان میں لوگ جمع ہوئے مہاجرین کی تعداد پینتالیس تھی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف سے خطاب کر کے فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں پھر مہاجرین اور انصار میں سے دو دو شخص کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو اور اب وہ درحقیقت بھائی بھائی تھے۔" سیرت النبی جلد ا ص ۲۸۴ تا ص۔ ۲۸۵

یہ تھی وہ حکمت عملی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی آباد کاری کے سلسلہ میں اختیار فرمائی اور مہاجرین کی کفالت کی ذمہ داری سب مسلمانوں پر بحیثیت مجموعی ڈال دی تاکہ سب انصار مدینہ کو اس کار عظیم میں شرکت کا موقعہ مل سکے اور کسی بھی فرد یا گھرانے کے لئے مہاجرین کی آمد بار گراں ثابت نہ ہو اور تمام انصار اس خدمت کو خوش دلی سے برداشت کرلیں۔

یہ ہے وہ زرین اسلامی اصول جس کے مطابق مہاجرین کی ذمہ داری اسلامی ریاست کے ہر فرد پر عائد ہوئی اس لئے مہاجرین کی آباد کاری کے سلسلہ میں یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اسلامی ریاست کے تمام علاقہ اور افراد مہاجرین کی آباد کاری میں برابر کا حصہ لیں' کوئی خاص علاقہ جو اس آباد کاری کے کام کے سلسلہ میں مہاجرین کی خدمت کا فریضہ بجالانے کا متحمل نہ ہو سکے تو اس پر یہ ذمہ داری ڈالنا نبوی حکمت عملی کے سراسر خلاف ہے اگر اس طرح کچھ لوگ مہاجرین کی آباد کاری کو بوجھ محسوس کریں تو اس سے اس عظیم خدمت کا تقدس مجروح ہو سکتا ہے ایسی صورت حال پیدا ہونے سے احتراز کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ اس خدمت کا تقدس صرف اس وقت متاثر ہو سکتا ہے جب نبوی حکمت عملی کو نظر انداز کر کے مہاجروں کو ایک علاقہ پر آباد کر کے وہاں کے لوگوں کے لئے مسائل پیدا کئے جائیں۔

آباد کاری کے سلسلہ میں اس علاقہ کا معاشی نظام لازماً متاثر ہو گا اور اسکے نتائج۔ انصار خواہ مہاجرین کے لئے مفید ثابت نہ ہونگے۔

انصار کی طرف سے مہاجرین کو جس طرح تعاون پیش کیا گیا اس کا ذکر فرماتے ہوئے علامہ شبلی لکھتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"انصار نے مہاجرین کو ساتھ لے کر گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ دیدیا کہ آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے سعد بن الربیع جو عبدالرحمٰن بن عوف کے بھائی قرار پائے ان کی دو بیویاں تھیں۔ عبدالرحمٰن سے کہا کہ ایک کو میں طلاق دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیجئے، لیکن انہوں نے احسان مندی کے ساتھ انکار کر دیا۔

انصار کا مال و دولت جو کچھ تھا نخلستان تھے، روپے اور پیسے تو اس زمانہ میں تھے نہیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یہ باغ ہمارے بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیئے جائیں۔ مہاجرین تجارت پیشہ تھے اور اس وجہ سے کھیتی کے فن سے بالکل نا آشنا تھے، اس بناپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے انکار کر دیا۔ انصار نے کہا سب کاروبار ہم خود انجام دے لینگے اور (نخلستانوں سے) جو کچھ پیداوار ہوگی اس میں نصف حصہ مہاجرین کا ہوگا، مہاجرین نے اس کو منظور کر لیا"

سیرت النبی جلد اول ص ۲۸۵ بحوالہ سیرت ابن ہشام و صحیح بخاری شریف

مہاجرین کا مقامی لوگوں انصار کے وسائل پر انحصار دائمی نہ تھا بلکہ بالکل عارضی تھا، جیسے جیسے وہ خود کفیل ہوتے گئے ویسے ویسے وہ اپنے ذرائع معاش پر انحصار کرنے لگے وہ انصار مدینہ پر بار بن کر رہنا پسند نہیں فرماتے تھے، حالانکہ انصار مدینہ نے مہاجروں کی خدمت کو کبھی بھی بار نہ سمجھا بلکہ وہ تو اس کام کو ایک بہت بڑی سعادت تصور فرماتے رہے۔

جب بنو نضیر جلاوطن کئے گئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے نخلستان اور زمینیں انصار کی رضامندی اور مشورہ کے بعد مہاجرین کو عنایت فرمادئے، اس وقت تک انصار کے نخلستان بھی مہاجرین کے حوالے رہے لیکن جب خیبر فتح ہوا تو پھر سب کچھ واپس کر دیا گیا۔

علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں۔

"پھر جب خیبر فتح ہوا تو تمام مہاجرین نے یہ نخلستان انصار کو واپس کر دیئے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم باب الجہاد میں ہے۔

ان رسول الله صلی علیه الله وسلم لما فرغ من قتال اهل خیبر وانصرف الی المدینه رد المهاجرون الی الانصار منحوهم من ثمارهم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ خیبر سے فارغ ہوئے اور مدینہ واپس آئے تو مہاجرین نے انصار کے عطیے جو نخلستان کی صورت میں تھے واپس کر دئے۔

(سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی ج۔۱ ص۲۸۷ تا ص۲۸۸)

یہ ہے وہ مثالی کردار اسلامی تاریخ کے اولین مہاجرین کا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی' انہوں نے اسلام کے نام پر جو ہجرت فرمائی اس کو کبھی بھی مالی منافع کے لئے استعمال نہیں فرمایا ہمیشہ خودداری کا بیمثال مظاہرہ فرمایا۔ یہاں تک کہ فتح مکہ کے بعد جب مہاجرین اپنے اصلی وطن پہنچے تو اپنی آبائی جائداد واپس حاصل کرنے کا ارادہ تک ترک فرمادیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ "جو کچھ تم اللہ کی راہ میں چھوڑ چکے ہو اب تم وہ واپس نہ لو....."

یہ ہے وہ اعلیٰ اور مثالی کردار جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں نے دنیا کو دکھادیا۔

کوٹہ سسٹم

اگر اسلامی ریاست اپنے کسی خطے کے افراد کو اجتماعی وسائل سے برابری کی بنیاد سے ہٹ کر زیادہ مراعات دینا چاہے تو یہ بعض شرائط کے تحت شرعاً درست ہو سکتا ہے۔ جیسے کوٹہ سسٹم کی بنیاد کسی نسل' خاندان' طبقہ یا قوم کو دوسروں پر ترجیح دینے پر نہیں ہونی چاہئے' اس کی بنیاد اگر پسماندہ علاقہ میں سکونت پذیر غریب اور محروم لوگوں کو بغیر کسی امتیاز کے تعلیمی خواہ معاشی طور پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسرے علاقوں کے لوگوں کے برابر سطح پر لایا جانا ہو تو پھر اسکی شرعی حیثیت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلامی ریاست کے فرائض میں یہ بات داخل ہے کہ وہ کسی خاص علاقہ کے لوگوں کے لئے اس وقت خصوصی اقدامات کرے جب اس علاقہ کے عوام میں تعلیمی پسماندگی یا معاشی ناہمواری پائی جاتی ہو اور وہاں کے باشندے احساس محرومی کا شکار ہو گئے ہوں۔

کوٹہ سسٹم کا جواز مخصوص حالات کے تحت ایک انتظامی حکم کی حیثیت رکھتا ہے بشرطیکہ شرعی مقاصد کو پورا کرنا مقصود ہو۔ اور مفاد عامہ اور مصلحت عامہ کو مدنظر رکھا گیا ہو۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اسی حکمت عملی کا مظاہرہ اس وقت کیا جب قحط کا زمانہ تھا بارش نہیں ہوئی تھی، مویشیوں کے لئے چارہ دستیاب نہ تھا اس وقت سیدنا عمر فاروقؓ نے ربذہ کی چراگاہ کے ناظم ھنی کو جو ہدایات دیں اس میں فرمایا۔

"اپنے بازو لوگوں سے سمیٹے رکھو، مظلوم کی بد دعا سے ڈرتے رہو، کیونکہ وہ قبول ہوتی ہے۔

جن (غریب لوگوں) کے پاس اونٹوں یا بکریوں کے چھوٹے چھوٹے گلے ہیں ان کے جانوروں کو مت روکو، ان کو آنے دو۔

اور دیکھو ھنی، عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنھما) جیسے دولت مندوں کے کسی ایک اونٹ کو بھی اندر آنے نہ دو، سختی سے روک دو (کیونکہ ان حضرات کے پاس اونٹوں کے علاوہ اور ذرائع بھی ہیں) اگر ان کے اونٹ مر بھی جائیں تو ان کے باغ ہیں کھیت ہیں (ان سے معاشی ضرورتیں پوری کر لینگے) لیکن اگر ان غریب آدمیوں کے مویشی مر جائیں گے تو یہ میرے پاس پکارتے ہوئے آئیں گے..... یا امیرالمومنین۔ یا امیرالمومنین تیرا باپ مرے (لاأبالک) اے ھنی! کیا میں ان غریبوں کو چھوڑ سکتا ہوں؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(مجھے ان کی ضرورتیں پوری کرنی ہونگی اور نقد رقم خرچ کرنی پڑے گی) اب تم ہی بتاؤ (سستا سودا کیا ہے) گھاس سستی ہے (جس کو ان کے مویشی چر ینگے) یا سونا اور چاندی۔ "

سیاسی اور اقتصادی مسائل مولانا سید محمد میاںؒ صفحہ ۲۰۳

بحوالہ صحیح بخاری شریف صفحہ ۴۳۰

حضرت عمرؓ کے اس طرز عمل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر اسلامی ریاست ایسے حالات میں مخصوص انتظامات کرے تو شریعت میں اس کی پوری گنجائش موجود ہے۔ اس سلسلہ میں اس مقالہ کے آخر میں درج علما کرام کی آرا کا مطالعہ کیا جائے جو اس موقف کی تائید کرتی ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بھی ایک ضروری امر ہے کہ کوٹہ سسٹم والے علاقہ میں جتنے بھی لوگ آباد ہوں ' چاہے وہ مقامی ہوں یا مہاجر ان سب کو کوٹہ سسٹم سے استفادے کا استحقاق برابری کی بنیاد پر ملنا چاہئے یعنی مہاجر خواہ مقامی دونوں اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اگر اسی علاقہ کے کسی ایک طبقہ کو اس رعایت سے محروم رکھا گیا تو اس طرح کا کوٹہ سسٹم شرعاً جائز نہیں ہو سکتا۔

علما کرام کی آراء کا خلاصہ

۱۔ مولانا سید حامد میاںؒ لاہور۔ سابق امیر جمعیت علما اسلام پاکستان۔

" ..... ایک بڑا فائدہ حنفی قانون کا یہ ہے کہ علاقائی عصبیت پیدا نہیں ہوتی اور اس کا اثر اقتصادیات پر بھی پڑتا ہے کیونکہ اس قانون کے مطابق جو چیز جس علاقے کی ہے اس علاقے والے پہلے مستفید ہونگے ..... " ہفتہ روزہ تکبیر کراچی ۲۵ر جون ۱۹۸۷ء

۲۔ مکتوب محترم قاضی حسین احمد صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان۔ لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"..... آپ کی رائے سے جماعت کو کامل اتفاق ہے اور جماعت کا پہلے سے طے شدہ موقف ہے کہ کسی صوبہ کی زمینوں اور وسائل پر فائق حق مقامی باشندوں کا ہے....."

۳۔ مکتوب محترم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی۔ دارالعلوم۔ کراچی

"..... ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اسلام میں قریب اور بعید کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً ولایت نکاح' حضانت 'ارث' نفقہ' شفعہ اور تقسیم صدقات وغیرہ کے بارے میں قریب کو بعید پر ترجیح دی گئی ہے.....

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قریب کو بعید پر ترجیح ہوتی ہے....."

۴۔ مکتوب محترم مولانا محمد تقی عثمانی۔ دارالعلوم کراچی۔

"..... اگر زمینیں ناکافی ہوں اور مقامی افراد ضرورت مند ہوں تو ان کی فروخت اور ان کو بطور جاگیر دینے میں مقامی افراد کو غیر مقامی افراد پر ترجیح دینا شرعاً مناسب ہے..... اگر مختلف خطوں کے لوگ اہلیت کے اعتبار سے مساوی ہوں تو اس صورت میں انتظامی سہولت کے خاطر یہ اصول مقرر کرنا جائز ہے کہ ہر علاقہ میں اسی علاقہ کے اہل افراد کو (ملازمت میں) ترجیح دی جائے کیونکہ وہ اسی علاقہ کے مسائل اور لوگوں کی نفسیات سے بھی زیادہ واقف ہوگا اور اس علاقہ کے لوگ اس سے مانوس بھی زیادہ ہونگے 'اسی طرح اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ کسی علاقہ کے لوگ باہر کے کسی عہدہ دار کو دل سے قبول نہیں کریں گے اور اس سے ملک وملت میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے تو اس صورت میں اس بات کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے کہ ملت کو انتشار سے بچانے کے لئے کسی ایسے شخص کا تقرر کر دیا جائے جو فی نفسہ اہل تو ہو لیکن دوسرے علاقہ کے لوگوں میں اس سے زیادہ اہلیت رکھنے والے موجود ہوں....."

۵۔ مکتوب محترم مولانا مفتی محمد اشرف دارالافتا جامعہ رشیدیہ ساھیوال۔

"..... تاہم اسلامی حکومت اگر مناسب سمجھے تو یہ قانون بنا سکتی ہے کہ ایک صوبے کے تمام معاشی حقوق وہاں کے باشندوں کے ساتھ بلا تخصیص مختص ہیں تاوقتیکہ وہاں کے مقامی باشندوں کے معاشی حقوق مکمل طور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر محفوظ نہ ہو جائیں، کیونکہ کسی بھی صوبے کے باشندے اس صوبے کے ذرائع دولت پر ترجیحاً استحقاق رکھتے ہیں

"..... عقلی و اخلاقی اعتبار سے بھی کسی صوبے کے باشندوں کو معاشی حقوق اور اعلیٰ ملازمتوں سے اس لئے محروم کرنا کہ مثلاً دوسرے صوبے میں ان ملازمتوں کے لئے زیادہ قابل افراد دستیاب ہیں جائز نہیں۔ یہ تو اس صوبے کے حق میں اسی قسم کا ظلم ہے جس قسم کا ظلم انگریز کرتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ برصغیر پاک و ہند کے لوگ آداب حکمرانی کے اہل نہیں، ہم ان پر حکومت کرنے میں حق بجانب ہیں، اس لئے کہ ہم آداب قیادت، وسیادت میں ماہر ہیں....."

۶۔ مکتوب محترم مولانا گوہر الرحمٰن صاحب۔ شیخ الحدیث دار العلوم تفہیم القرآن، مردان

"..... ہر صوبے یا علاقے کی علاقائی آمدن کو اسی صوبے اور علاقے کے لوگوں کی کفالت اور معاشی ضروریات پر خرچ ہونا چاہئے..... اسی اصول کی روشنی میں یہ قانون بنایا جاسکتا ہے کہ ہر صوبے کی غیر آباد یا سرکاری زمینوں کے مالکانہ حقوق (بامعاوضہ یا بلا معاوضہ) اسی علاقے کے بے زمین کاشتکاروں کو منتقل کئے جائیں.....

ملازمتوں کے سلسلہ میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الیٰ اھلھا (سورہ نسا آیت ۵۸) (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کو سپرد کرو) البتہ اہلیت رکھنے والے علاقائی مستحقین کو لازماً ترجیح دی جانی چاہئے....."

۷۔ مکتوب محترم مولانا وصی مظہر ندوی سابق وزیر مذہبی امور حکومت پاکستان۔

"..... جو وسائل ان وحدتوں سے اپنے علاقوں سے حاصل ہوں ان پر اولین حق ان ہی وحدتوں کا تسلیم کیا جانا چاہئے..... ہر علاقہ کے وسائل کو استعمال کرنے میں اس علاقہ کو اولیت دی جائے....."

بعض علما کرام نے استحقاق کی بنیاد لوگوں کی محرومی اور علاقوں کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پس ماندگی کو قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

۸۔ مکتوب محترم مولانا امین احسن اصلاحی۔ ادارہ تدبر قرآن وحدیث۔ لاہور۔

"..... البتہ اگر کسی پسماندہ علاقہ کو ترقی دینے کے لئے تحفظات کی ضرورت پیش آئے تو انتظامی طور پر تحفظات دیئے جاسکتے ہیں....."

۹۔ مکتوب محترم مولانا طاہر القادری صاحب۔ ادارہ منہاج القرآن۔ لاہور۔

"..... البتہ بعض صوبوں کی معاشی وسماجی پس ماندگی کے پیش نظر حکومت بعض ترجیحات اور تخصیصات وضع کر سکتی ہے، لیکن اس کی بنیاد بھی مفاد عامہ اور مصلحت عامہ ہونی چاہئے....."

۱۰۔ مکتوب محترم مولانا محمد متین صاحب ہاشمی، مدیر سہ ماہی منہاج لاہور

"..... البتہ اگر کسی وجہ سے کسی علاقہ کے باشندے پسماندہ رہ گئے ہوں تو دیگر شہریوں کے برابر انہیں لانے کے لئے پسماندہ علاقہ کے لوگوں کو ترجیح دی جاسکتی ہے، تاہم اس کا مقصود صرف معاشی ومعاشرتی عدل کو نافذ ہونا چاہئے نہ کہ علاقائیت کو فروغ دینا....."

۱۱۔ مکتوب محترم مولانا نعیم صدیقی صاحب۔ ادارہ معارف اسلامی منصورہ۔ لاہور

"..... اگر کسی علاقہ یا کسی طبقے کے لوگ سابق دور سے پسماندہ رہ گئے ہوں اور ان کی سیاسی، تعلیمی ومعاشی قدر وقیمت گھٹا دی گئی ہو تو ایسی صورت میں ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے، ان کو نیچے سے اوپر اٹھانے کے لئے خصوصی اہتمام کئے جاسکتے ہیں۔ ورنہ جو لوگ مالی، فنی اور تعلیمی لحاظ سے پیش پیش ہوں وہ پسماندہ علاقوں پر بھی اس طرح چھا جائینگے کہ وہاں کی آبادی پستی میں رہ جائے گی۔ ....."

۱۲۔ مکتوب محترم مولانا سید اسعد گیلانی صاحب ڈائریکٹر اسلامی اکیڈمی منصورہ لاہور۔

"..... جہاں تک اسلامی مملکت کے مختلف حصوں کے باشندوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا مسئلہ ہے وہ اتنی بات بنتی ہے کہ محروم لوگوں کو بھی حق دیا جائے بلکہ اسلام کی رو سے محروم کا حق فائق ہے۔ اسے سب سے پہلے دیا جائے یہاں تک کہ وہ دوسروں کے برابر ہو جائے' پھر اس کے بعد دوسروں کے ساتھ برابر دیا جاتا رہے' محرومی' حق کی اصل بنیاد ہے....."

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست مراجع ومصادر

۱۔ ..... القرآن الحکیم۔

۲۔ ..... احکام القرآن۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی

۳۔ ..... احکام السلطانیہ۔ امام ابوالحسن ماوردیؒ مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ مصر

۴۔ احکام السلطانیہ۔ امام ابو یعلیٰ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

۵۔ ..... اساسیات اسلام۔ مولانا محمد حنیف ندویؒ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

۶۔ ..... اسلام کا زرعی نظام مولانا محمد تقی امینی ندوۃ المصنفین۔ دھلی

۷۔ ..... اسلام کا نظام اراضی۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دار الاشاعت۔ کراچی

۸۔ ..... اعلاء السنن۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

۹۔ ..... انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ادارہ نشریات اسلام کراچی

۱۰۔ ..... البحر الرائق۔ علامہ ابن نجیم دار الکتب العربیہ الکبریٰ۔ مصر

۱۱۔ ..... بلاغ المبین۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی امجد اکیڈمی۔ لاہور

۱۲۔ ..... تاریخ طبری۔ امام محمد بن جریر طبریؒ دار المعارف۔ مصر

۱۳۔ ..... تبیین الحقائق۔ علامہ زیلعی الحنفیؒ مطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ۔ مصر

۱۴۔ ..... ترغیب وترہیب۔ امام منذری مطبعۃ دار الحدیث۔ مصر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ ..... تفسیر معارف القرآن۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ادارۃ المعارف۔ کراچی

۱۶۔ ..... جامع الصغیر۔ امام سیوطیؒ المکتبۃ الاسلامیہ۔ فیصل آباد

۱۷۔ ..... جمع الفوائد۔ شیخ محمد بن محمد بن سلیمانؒ المکتبۃ الاسلامیہ۔ فیصل آباد۔

۱۸۔ ..... حجۃ اللہ البالغہ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۹۔ خطاب (۱۔ مارچ ۱۹۵۶ء)۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی۔ لاہور

۲۰۔ ..... خطاب (مئی ۱۹۴۷ء)۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی، لاہور۔

۲۱۔ "ماہنامہ نقوش" (رسول نمبر) محمد طفیل صاحب مرحوم مکتبہ نقوش لاہور

۲۲۔ ..... رد المختار۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ مکتبہ ماجدیہ۔ کوئٹہ

۲۳۔ ..... زاد المعاد۔ امام ابن القیم جوزیؒ مطبعۃ السنۃ المحمدیہ۔ مصر

۲۴۔ ..... سیاسی واقتصادی مسائل۔ مولانا سید محمد میاںؒ مکتبہ قاسمیہ۔ لاہور

۲۵۔ ..... سیاسی وفیقہ جات۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب مجلس ترقی ادب۔ لاہور

۲۶۔ ..... سیاست شرعیہ۔ امام ابن تیمیہؒ المکتبہ العربیہ۔ قاہرہ

۲۷۔ ..... سنن ابوداؤد۔ امام ابوداؤد کتب خانہ میر محمد۔ کراچی

۲۸۔ ..... سنن ابن ماجہ۔ امام ابن ماجہؒ کتب خانہ میر محمد، کراچی۔

۲۹۔ ..... سنن بیہقی۔ امام بیہقیؒ دائرۃ المعارف العثمانیہ۔ دکن

۳۰۔ ..... سیرت النبی۔ علامہ شبلی نعمانیؒ قرآن محل۔ کراچی

۳۱۔ ..... سیرت النبویہ۔ امام ابن ہشامؒ دار الجیل۔ بیروت

۳۲۔ ..... شرح نقایہ۔ امام ملا علی قاریؒ مطبوعۃ المصر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۳۔	شمائل ترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ	نور محمد اصح المطابع کراچی
۳۴۔	صحیح ابن حبان۔	امام محمد بن حبانؒ	مطبوعۃ المصر
۳۵۔	صحیح ابن خزیمہ۔	امام محمد بن اسحاق خزیمہؒ	مطبوعۃ المصر
۳۶۔	صحیح البخاری۔	امام بخاریؒ	قدیمی کتب خانہ۔ کراچی
۳۷۔	طحاوی شریف	امام ابو جعفر احمد طحاویؒ	نور محمد اصح المطابع۔ کراچی
۳۸۔	العرف الشذی۔	علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ	مکتبہ رحیمیہ دیوبند
۳۹۔	عمدۃ القاری۔	علامہ بدر الدین عینیؒ	مطبعۃ منیریہ مصر
۴۰۔	عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔	ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
۴۱۔	الفاروق۔	مولانا شبلی نعمانیؒ	نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد
۴۲۔	فتاویٰ عالمگیری۔	لجنۃ علماء سندھ وہند	مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ
۴۳۔	فتوح البلدان۔	امام ابو الحسن بلاذریؒ	دار الکتب العلمیہ۔ بیروت
۴۴۔	فیض الباری۔	علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ	مجلس علمی ڈابھیل
۴۵۔	کتاب الاموال۔	امام ابو عبیدؒ	المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل
۴۶۔	کتاب الخراج۔	امام ابو یوسفؒ	المکتبہ السلفیہ قاہرہ مصر
۴۷۔	کتاب الخراج۔	امام یحییٰ بن آدمؒ	المکتبۃ العلیہ۔ لاہور
۴۸۔	مدارج النبوت (فارسی)۔	شیخ عبد الحق محدث دھلویؒ	نول کشور پریس۔ کانپور
۴۹۔	مسند امام احمد بن حنبل۔	امام احمد بن حنبلؒ	دار الکتب العلمیہ بیروت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۰۔	مسند طیالسی۔	امام طیالسیؒ	مطبوعۃ المصر
۵۱۔	مسئلہ قومیت۔	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور
۵۲۔	مشکلۃ الفقر۔	علامہ یوسف القرضاوی	دار العربیہ بیروت
۵۳۔	النھایہ۔	امام ابن اثیرؒ	موسسہ اسماعیلیان ایران
۵۴۔	نیل الاوطار۔	امام محمد بن علی شوکانیؒ	مطبعۃ العثمانیہ المصریہ

04776

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

زیرِ اہتمام : مکتبۂ اصلاحِ ملّت